ماہنامہ

قیمت 15 روپے

المرشد

لاہور

ستمبر 1998ء

ماہنامہ

المرشد لاہور

سی پی ایل نمبر 3

مدیر

چوہدری محمد اسلم

سرکولیشن منیجر

رانا جاوید احمد

جلد نمبر 20 ربیع الثانی / جمادی الثانی 1419ھ بمطابق ستمبر 1998ء شمارہ نمبر 2

اس شمارے میں

نمبر شمار	فہرست مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ	سرفراز حسین	3
2	جمال ہم نشیں در من اثر کرد	مولانا محمد اکرم اعوان	4
3	پاور ریگیم اور ظلم کا نظام	غیاث الدین جانباز	9
4	ہم کون لوگ ہیں؟	رانا احمد نواز	11
5	مایہ ناز سائنس دان ڈاکٹر غلام نبی سے انٹرویو	بشیر حسین ساجد	18
6	نیا زمانہ	ہارون الرشید	21
7	اسلام حق ہے اور حق اسلام	عبدالرشید	24
8	طب نبوی ۔۔۔ ذیابیطس	ڈاکٹر خالد غزنوی	30
9	انسان اشرف المخلوقات	مولانا محمد اکرم اعوان	36
10	سابق صدر غلام اسحاق خان سے ملاقات	محمد اسلم	45
11	ایڈیٹر کی ڈاک	قارئین	50
12	پردہ	آسیہ اکرم اعوان	51
13	ایمان ویقین کیلئے بصیرت قلبی	مولانا محمد اکرم اعوان	60

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور:- 6314365

پتہ: ماہنامہ المرشد: اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5180467

ماہنامہ المرشد کے

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر: چوہدری محمد اسلم

بدل اشتراک

		سالانہ	تاحیات
پاکستان		165 روپے	2500 روپے
غیر ملکی			
سری لنکا بنگلہ دیش		400 روپے	4000 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک		90 سعودی ریال	700 سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ		25 سٹرلنگ پونڈ	130 سٹرلنگ پونڈ
امریکہ		45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
کینیڈا		50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

اداریہ

بت صرف وہی نہیں ہوتے جنہیں پتھروں سے تراش کر بنایا جائے جنہیں چھوا جا سکے اور مادی آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ بتوں کی ذیل میں تو شخصیت پرستی بھی آتی ہے۔ بت تو اپنی اپنی "انا" کے بھی ہوتے ہیں۔ بتوں کے زمرے میں تو وہ ممالک اور عالمی مالیاتی ادارے بھی آتے ہیں جنہیں ہم اپنی زیست وبقا کا سامان سمجھتے ہیں اور ان کے آگے گڑگڑاتے ہیں۔ بت تو وہ منافق حکومتیں بھی ہیں جو ہر بار نفاذ اسلام کے وعدہ پر برسراقتدار آکر کافرانہ نظام جاری رکھتی ہیں جن پر نام نہاد مذہبی جماعتیں نفاذ اسلام کے لئے تکیہ کئے بیٹھی ہیں باوجود کہ وہ حکومتیں اسلام کے غیر سودی نظام کو ناقابل عمل اور معیشت کی تباہی کا باعث سمجھتی ہیں۔ بت تو وہ حکومتیں بھی ہیں جن کے ہاں اذان بجتا رہا ہے۔ جو اسلامی تعزیزات کو وحشیانہ سزائیں قرار دیتی رہی ہیں۔ اس کے باوجود کچھ دینی جماعتیں ان کی مدد سے نفاذ اسلام کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ بتوں میں یہ سب مذہبی جماعتیں بھی شامل ہیں جو کبھی اسلام کے لئے باہم اکٹھی نہ ہو سکیں اور اپنا اپنا بت اٹھائے پچاس سال سے اس کے آگے سرنگوں ہیں۔ بت پرستی میں تو وہ بھی شامل ہیں جو قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے کرپٹ ممبران کو قبلہ حاجات سمجھ کر ووٹ دیتے ہیں کہ وہ ان کے لئے مشکل کشا ثابت ہوں گے۔ بت تو یہ موجودہ کافرانہ نظام بھی ہے جس کو جاری وساری رکھنے کے لئے ہم سب متفق ومتحد ہیں۔ بتوں میں تو وہ علماء وشیوخ بھی آتے ہیں جو بے معرکہ مناجات سحر میں مشغول ہیں۔ بت پرستی میں تو وہ بھی شامل ہیں جو وسائل پر انحصار کئے اس انتظار میں زندگیاں ضائع کر رہے ہیں کہ "وسائل مہیا ہوں تو نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد شروع کریں....... تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم...... ان سب کے لئے دعا ہے کہ

چونکا دے کوئی حادثہ وقت انہیں بھی

بیٹھے ہوئے جو خواب سحر دیکھ رہے ہیں

سرفراز حسین

جمال ہم نشیں در من اثر کرد

خطاب امیر محمد اکرم اعوان مسجد اویسیہ لاہور

کسی فعل کو گناہ قرار دینا یہ آپ ﷺ کا منصب عالی ہے کیونکہ اس کے ساتھ آپ کو اللہ کریم نے "سراج" "منیرا" فرمایا ایسا سورج جو روشنیاں بکھیرتا ہے دوسروں کو منور کرنے والا دوسروں کو روشن کرنے والا اور قیامت تک کہیں دنیا کے کسی گوشے میں کوئی اللہ کا نام لے کسی کے دل میں انابت کا جذبہ آجائے کہ مجھے اللہ کو پانا چاہئے تو وہاں نور ہدایت پہنچا دیتا ہے اور اگر قیامت تک ان سب ظلمتوں کو چیر کر اس کی کرنیں پہنچتی ہیں تو ان کا کیا حال ہوا ہو گا جو اس کے روبرو تھے سورج زمین کے اس طرف ہوتا ہے وہ ستارے جو اس طرف چمک رہے ہوتے ہیں جدھر سورج تو وہ سورج ہی میں ڈوب جاتے ہیں۔ کیسے لوگ تھے جو روبرو تھے۔ کیا کیفیات ہونگیں ان کی' ان کے قلوب کا کیا حال ہوگا۔ چلو ہم اس طرف نہ سہی کہ سورج میں ڈوب جائیں دنیا کے دوسری طرف سہی اتنا تو ہم کریں کہ زمین کے سائے سے نکل کر سورج کے سامنے تو آجائیں اس میں نہیں ڈوبیں گے۔ تو اندھیرے میں بھی نہیں ڈوبیں گے ساری تاریکی کو چیر کر ستارے چمک رہے ہوتے ہیں اسلام کی مثال اسی ستارے کی سی ہے ہر مسلمان وہ ستارہ ہے جسے کائنات کی وسعتیں رخ مصطفوی سے ہٹا نہیں سکتیں سوتا ہے تو یاد کرتا ہے میرے حبیب کس کروٹ سوتے تھے اٹھتا ہے تو یاد آتا ہے حضور کیا دعا مانگتے تھے اذان اسے پیغام دیتی ہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ وضو کرتا ہے تو انہیں کا اتباع کرتا ہے۔ حضور کیسے کلی فرماتے تھے کیسے وضو کرتے تھے' بات کرتا ہے تو احساس ہوتا ہے کون سی بات میرے حبیب ﷺ کو پسند ہے۔ کام کرتا ہے تو احساس ہوتا ہے کہ کون سی ادا میرے حبیب کو پسند ہے۔ جو اوجھل نہیں ہوتے وہ چمکتے رہتے ہیں اور جو زمین میں ڈوب جاتے ہیں' زمین کے پیچھے چھپ جاتے ہیں اپنے اور اپنے حبیب کے درمیان دنیوی خواہشات کو حائل کر لیتے ہیں پھر وہ جھگڑتے رہتے ہیں حضور کیا ہیں اور کیا نہیں ہیں۔ کسی کے دیوبندی' بریلوی' مقلد' غیر مقلد ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں بڑا سادہ سا مسلمان ہوں۔ مجھے اگر کوئی اہل حدیث بتا دے' کوئی بریلوی بتا دے' مجھے یقین ہو جائے جو بات اس نے بتائی ہے یہ بات نبی کریم ﷺ کی ہے' میرے لئے وہ تمام دنیا سے قیمتی شئے ہے کوئی بڑا ولائت کا دعویٰ بھی کرتا رہے اس کی کسی بات سے بات کھٹک جائے کہ یہ بات حضور ﷺ کی نہیں ہے میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا سیدھا سادھا سا اسلام ہے ہمیں کسی فرقہ بازی سے کچھ نہیں اس لئے کہ ہمیں قبر میں اترنا ہے ہمیں میدان حشر میں جواب دینا ہے۔ ہمارے پاس کسی پر کیچڑ اچھالنے کی فرصت نہیں' کسی پر تنقید کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ باتیں اگر تعمیری کی جائیں تو ختم نہیں ہوتیں۔ لیکن یہ اپنے اپنے شعور کی بات ہے۔ ساتھ ہی جب لاؤڈ سپیکر پر زور سے کہتے ہیں اسلام علیک یا رسول اللہ اللہ کی قسم بدن لرز جاتا ہے۔ کتنی دیدہ دلیری ہے۔ جب تمہارا یہ ایمان ہے کہ حضور سن رہے ہے تو جو سن رہا ہو اسے اس طرح سلام کیا جاتا ہے کبھی کسی اور کو بھی آپ نے کہا ہے سپیکر لگا کر السلام علیکم اباجی یا السلام علیکم ماماجی' السلام علیکم چاچا جی۔ اگر کہیں گے تو وہ کیا کہے گا؟ ابا جی گھر میں آئیں یا کوئی مہمان گھر میں آئے تو مائیک لگا رکھو' اوپر بڑے بڑے ہارن ہوں اور خوب سر لگا کر اسے کہو! اسلام علیکم' وہ کیا کہے گا' وہ کیا سمجھے گا؟ آپ کو یہ احساس ہی نہیں ہے کہ حضور ﷺ سن رہے ہیں۔ احساس ہوتا تو اس طرح نہ کرتے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ کیا عقیدہ ہے اور کیا رکھنا چاہئے اسے چھوڑیں آپ فقہی بحث کو چھوڑیں آپ ایک عقل کی بات کریں جو عام آدمی کی سمجھ میں آتی ہے اللہ فرماتا ہے لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو جب یہ آیت نازل ہو رہی تھی وہاں کون بیٹھا تھا؟ ابو بکر صدیقؓ فاروق اعظمؓ جیسے لوگ بیٹھے تھے' مہاجرین مکہ بیٹھے تھے' بدر کے شہسوار بیٹھے تھے' احد کے جوانمرد بیٹھے تھے' خندق کے جرنیل

بیٹھے تھے' محمد رسول اللہ کے سفر وحضر کے ساتھی بیٹھے تھے۔ عشق وہ جذبہ ہے جو حدود وقیود سے آزاد ہے لیکن یہ بارگاہ وہ بارگاہ ہے جہاں عشق کو بھی آداب نہیں بھولنے ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا لاترفعو اصواتکم صوت النبی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو بڑے دھیمے لہجے میں ارشاد فرماتے تھے' کبھی میرے نبی کی آواز پر کسی کی آواز بلند نہ ہو جائے۔ اگر بلند ہوگئی ان تحبط اعمالکم۔ میں تمہاری ساری نیکیاں تمہارے منہ پر دے ماروں گا۔ ان کی' میری یا آپ کی طرح کی نیکیاں نہیں تھیں۔ ان کی نیکیوں میں ہجرت مکہ تھی۔ آرام فرما ہیں نبی کریم ﷺ اور تاروں بھری رات ہے۔ سیاہ رات چھائی ہے اور ایک ایک تارہ چمک رہا ہے۔ ام المومنین حبیبہ حبیب کبریا ﷺ حضرت عائشہ الصدیقہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کسی کی نیکیاں اس طرح بھی ہونگیں جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے۔ فرمایا! ہاں' بیشک عمرؓ کا اعمالنامہ ایسا ہی ہوگا عمرؓ کی نیکیاں اسی طرح نظر آتی ہیں جس طرح آسمان پر ستارے۔ عرض کیا' یارسول اللہ! میرا باپ' فرمایا ابوبکر صدیقؓ تک کون پہنچ سکتا ہے ان کی تو بات ہی الگ ہے۔ یہ لوگ محفل میں بیٹھے ہیں اور پروردگار فرما رہا ہے لاترفعو اصواتکم فوق صوت النبی میرے حبیب ﷺ کی آواز پر بلند نہ ہونے پائے۔ اگر ہوئی تو میں تمہاری ساری نیکیاں ضائع کردوں گا۔ وانتم لاتشعرون اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ مفسرین نے اس کا دوسرا معنی بھی لکھا ہے کہ اگر تم ارادتاً نہ بھی کرو' اگر تمہیں پتہ بھی نہ لگے کہ میری آواز اونچی ہوگئی غیر شعوری طور پر بھی تو نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔

ادب گاہ ہست زیر آسماں ازعرش نازک تر
نفس گم کردہ می آئند جنید و بایزید ایں جا

کہ عرش سے بھی نازک تر ادب گاہ آسمان کے نیچے ہے' جہاں حضرت جنیدؒ اور بایزیدؒ جیسی ہستیاں دم کشیدہ آتی ہیں۔ میں نے اس شعر کو بدل دیا۔

نفس گم کردہ می آئند ابوبکرؓ و عمرؓ ایں جا

جنید و بایزید رحم اللہ علیہم تو ان کی جوتیوں کی خاک بھی نہیں۔ لیکن وہ ان کی جوتیوں کی خاک بھی نہیں بنتے جو وہاں دم کھینچ کر آتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے مسجد نبوی میں آواز سے بات کرنا بند کردی تھی کہ میری آواز بھاری ہے کہیں اونچی نہ ہو جائے۔ سرگوشی میں بات کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے طلب فرما کر حکم دیا کہ عمرؓ بات کرتے رہا کرو۔ اس کے باوجود خلافت عمرؓ کے زمانے میں مسجد نبوی ﷺ میں روضہ اطہر کے سامنے ایک بدوی آیا اور اس نے کسی اونچی آواز میں بات کی۔ مسجد نبوی کے فرش پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں بچھی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ بارش برسی' چھت ٹپکی' کیچڑ ہوگئی حضور ﷺ نے نماز پڑھائی سجدہ کرکے اٹھے تو رخ انور پر کیچڑ لگا ہوا تھا تو صحابہؓ نے کنکریاں بچھائیں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے کنکری اٹھا کر ماری۔ اس نے دیکھا تو اشارے سے بلایا۔ تم نے اونچی آواز میں بات کی' کون ہو' صحرائی ہوں' بدوی ہوں' دین پوچھ رہا تھا۔ روضہ اطہر کا یہ ادب ہے کہ فاروق اعظمؓ نے اس طرح نہیں کہا! اوے ادھر آ! آواز تو بلند کی نہیں کنکری ماری اور فرمایا! اگر تو صحرائی نہ ہوتا تو میں تجھے درے مرواتا۔ لیکن تو جاہل ہے' میں تم سے درگذر کرتا ہوں۔ آواز دوبارہ اونچی نہ کرنا۔ جا مسجد نبوی ﷺ سے باہر روضہ اطہر سے دور چلا جا۔ گلی کے اس جانب دیوار میں کسی نے اپنے گھر میں کیل ٹھونکی۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے خادم بھجوایا۔ اسے کہو کہ نبی کریم ﷺ کو بے آرام نہ کر۔ کیا ٹھک ٹھک لگا رکھی ہے۔

ہم یہاں سے شور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نیکی کر رہے ہیں۔ میں صرف آپ کو ایک بات جتانا چاہ رہا ہوں اور وہ اتنی سی ہے کہ یہ ساری روشنی اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی روشن دل ملے جو یہ کرنیں ہم تک پہنچائے۔ یہ وہ سورج نہیں ہے جس کی روشنی کوڑے کرکٹ پر بھی پڑے' پانی پر پڑے' خشکی پر بھی پڑے۔ یہ وہ روشنی

نہیں ہے۔ ہم ایک دفعہ شکار کرنے کے لئے اوکاڑے کی طرف گئے۔ وہاں اپنے موسم میں کبوتر کی طرح کا ایک پرندہ آتا ہے چونکہ رنگ سبز ہوتا ہے اس لئے ہریل طوطا کہتے ہیں۔ وہ ایسا پرندہ ہے جو زمین کے اتنا قریب نہیں آتا جہاں گرد ہو۔ دور درختوں کی ان شاخوں پر بیٹھتا ہے جہاں گرد نہ پہنچے۔ کبھی زمین پر پاؤں نہیں رکھتا۔ پانی بھی اڑتے ہوئے چونچ ڈبو کر پیتا ہے مر کر ہی زمین پر گرتا ہے زندہ زمین پر پاؤں نہیں رکھتا۔ اور شکار کرنے کے لئے خاص بندوق چاہئے ہوتی ہے جو اس بلندی تک پہنچ سکے۔ یہ جو کرنیں اس نور کی ہیں' ہر زمین پہ نہیں گرتیں۔ دلوں میں سفر کرتی ہیں' سینہ بہ سینہ آتی ہیں' یہ سورج تو بے بس ہے۔ طلوع ہوا تو کیچڑ پہ بھی کرن پڑ گئی گل وگلزار پر بھی کرن آ گئی۔ لیکن وہ سورج ایسا نہیں ہے۔ اس کی کرنوں کو اللہ کریم سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے۔ اس سورج کی روشنی تھوڑی ہے' اصل روشنی اس سورج کی ہے لیکن کرنیں سنبھل' سنبھل کر آتی ہیں۔ دلوں سے دلوں میں آتی ہیں۔ سینوں سے سینوں میں آتی ہیں۔ آئینے آئینوں کو منعکس کرتے ہیں۔ چراغ چراغوں کو روشن کرتے ہیں۔ یونہی زمین پہ نہیں گرتیں۔ وہ دل تلاش کرنے پڑتے ہیں جہاں وہ کرنیں ہیں۔ وہاں سینہ چیر کر بچھا دینا پڑتا ہے۔ میں مسجد میں منبر پر بیٹھا ہوں' الحمدللہ باوضو ہوں اور قرآن بیان کر رہا ہوں۔ ہم جب اپنے شیخ سے مل کر آتے تھے تو اس کے بعد دوبارہ ملنے کی بھوک لگ جاتی تھی اور میں نے پچیس برس گذارے اپنے شیخ کے ساتھ۔ پچیس برسوں میں کبھی دو ہفتوں سے زیادہ دور رہنے کی برداشت پیدا نہ ہو سکی۔ کبھی بھی زیادہ سے زیادہ جو وقفہ ہوتا تھا وہ پندرہ دن کا ہوتا تھا۔ ہر کام کرتے تھے' بچے بھی تھے' شادیاں بھی تھیں' ملازمتیں بھی کیں' کاشتکاری بھی کی' دوستی بھی کی' دشمنی بھی کی' مقدمے بھی بھگتے' زندگی مصروف ترین گذاری لیکن دنیا کی کوئی شئے پندرہ دن سے زیادہ دور نہیں رکھ سکتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے پندرہ دن کھانا نہیں کھایا۔ پانی نہیں پیا' بھوک لگ جاتی تھی' بیتاب ہو جاتے تھے' تڑپنے لگتے تھے۔ یہ ہمارا کمال نہیں تھا چسکا پڑ گیا تھا کرنوں کا' مزا لینے کا اور کہیں ملتی نہیں تھیں اور جو لے کے آتے تھے وہ ضائع کرتے رہتے تھے۔ سستی ہوئی' کوتاہی ہوئی' لوگوں سے ملے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے بیوقوفو! نماز تو باجماعت پڑھو۔ صرف فرض پڑھو' پھر نمازیوں کے ساتھ نہ بیٹھا کرو' ہمیں تب سمجھ نہیں آتی تھی حضرتؒ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ حضرتؒ بڑی سختی کرتے تھے کہ یہ نمازی تو ہیں لیکن ان کے دلوں میں نور نہیں ہے۔ ظلمت ہے' تمہاری روشنی بھی بجھا دیں گے۔ سنتیں الگ پڑھا کرو۔ بازار سے چیز لے کر نہ کھایا کرو۔ بلاضرورت بازار نہ جایا کرو فضول باتیں نہ کیا کرو۔ زبان کو بلاضرورت حرکت نہ دو۔ یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں لیکن ہم کوشش کرتے تھے پورے خلوص کے ساتھ اس لئے کہ اعتماد پورا پورا تھا اور جو پایا اور جو آگے پہنچایا صرف ان صحبتوں کا اثر ہے۔ کچھ نہیں تھا اپنے پاس اور کچھ نہیں ہے اپنے پاس سعدیؒ فرماتے ہیں۔

گل خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دست محبوب بہ دستم

ایک زمانہ میں لوگ ایک خاص مٹی سے نہایا کرتے تھے ہمارے علاقے میں بھی ملتی تھی اور لوگ اس سے نہایا کرتے تھے صابن کا رواج نہیں تھا چکنی مٹی صابن کا کام کرتی تھی اور حمام میں اس کی ٹکیاں صابن کی جگہ ملا کرتی تھیں اور اسے لوگ معطر بھی کر دیتے تھے اس کے بارے فرماتے ہیں۔

گل خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دست محبوب بہ دستم

میں ایک حمام میں گیا تو ایک دوست نے وہ مٹی نہانے کے لئے دی اور اس میں سے بڑی خوشبو آ رہی تھی'

بدو گفتم کہ مشکی یا عبری
کہ از بوئے دل آویزے تو مستم

میں نے اس مٹی سے کہا تو مشک ہے یا عنبر ہے تو نے مجھے مست کر دیا

بگفتا من گل ناچیز بودم
ولیکن مدت باگل نشستم

اس نے کہا میں تو بے کار سی مٹی تھی لیکن ایک عرصہ پھول کے ساتھ رکھی رہی

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

ساتھ بیٹھنے سے اس کی خوبیاں مجھ میں بھی آگئیں میں تو آج بھی وہی مٹی ہوں جو پہلے دن تھی یعنی اے سعدیؒ! تجھے جو خوشبو آرہی ہے وہ میرے ہم نشیں کی ہے اس پھول کی ہے جس کے ساتھ میرا وقت گذرا۔

ہم میں اگر کوئی خطا ہے تو ہماری ہے۔ کوئی کمال ہے تو اس صحبت کا ہے۔ ساری کمزوریاں ہماری ذات کی ہیں۔ ساری خوبیاں اس محفل کی ہیں۔ وہاں کیا کیا ملتا ہے۔ بات وہی قطب مینار والی ہے۔ یہاں بیٹھ کر قطب مینار پہ بحث کرنا فضول ہے۔ جا کر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کیا ہے۔ اللہ کریم نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا۔ مجھ پر بڑا کرم کیا میں نے قرآن حکیم کی تفسیر لکھی۔ حیران ہوتا ہوں۔ میں سوچ نہیں سکتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے کیسے لکھی۔ میں نے نہیں لکھی۔ مجھے میرے شیخؒ نے حکم دیا تم لکھو۔ میں لکھنے لگ گیا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا میں نے شروع کر دی رمضان ختم ہوا میں نے چھوڑ دی۔ شیخ کا وصال ہو گیا۔ زمانہ بدل گیا' دنیا بدل گئی' رمضان آتے رہے۔ میں لکھتا رہا۔ ہر جلد میں نے صرف رمضان میں لکھی ہے گیارہ مہینے میں تفسیر بیان کرتا ہوں رمضان شریف آتا میں لکھنے بیٹھ جاتا۔ نہ مجھے کوئی حوالے دیکھنے پڑتے نہ مجھے کوئی مطالعہ کرنا پڑتا۔ نہ کسی سے مشورہ کرتا۔ بس تفسیر لکھتا جاتا۔ کوئی عبارت میں نے کاٹ کر نہیں لکھی' کوئی مسودہ میں نے دوبارہ نہیں پڑھا۔ دنیا میں کوئی ایسی تحریر نہیں ملتی جس کی دوبارہ درستگی نہ کی جائے' جسے Fair نہ کیا جائے۔ میں قرآن کی تفسیر لکھتا رہا اور میں نے دوبارہ اس کی درستگی نہیں کی۔ کرنل صاحب کے پاس مسودے پڑے ہیں۔ پچھلے رمضان میں حکومت نے الیکشن رکھ دیا۔ ہم ڈگڈگی بجاتے رہے لوگوں کو تبدیلی نظام کا بتاتے رہے۔ لوگوں کو اثر ہوا۔ ہماری ذمہ داری تھی' ہم بتاتے رہے۔ تفسیر نہ لکھی جاسکی رمضان گزر گیا۔ میں نے سوچا ایک جلد رہتی ہے خیر ہے غیر رمضان میں لکھ لیتے ہیں۔ میں نے سارا زور لگایا تفسیریں نکالیں' لائبریری کھنگال ماری' مطالعہ کیا' کوششیں کی' صرف ایک صفحہ لکھ سکا۔ جب رمضان آیا میں کاغذ لے کر لکھنے بیٹھا اور میں نے بیس دنوں میں تین سپارے لکھ لئے۔ یقین تو مجھے پہلے بھی تھا' پھر بھی پتہ چل گیا کہ میں نے نہیں لکھی مجھے آلہ بنایا گیا۔ اللہ نے یہ کام لینا تھا

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد
انہیں ہے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی
انہیں کی محفل سنوارتا ہوں
چراغ میرا ہے رات ان کی
میرا فقط ہاتھ چل رہا ہے
انہیں کا مطلب نکل رہا ہے
انہیں کا کاغذ انہیں کا مضمون
قلم انہیں کا دوات ان کی

ہم تو ایک بہانہ بن گئے۔ نہ مفسر' نہ عالم' نہ مبلغ' کچھ بھی نہیں' جمال ہم نشیں ہے اسے ہم' اللہ توفیق دے سنبھالے رکھیں اور کچھ بھی نہیں۔ تو معرفت رسول ﷺ نور قلبی کے بغیر ممکن نہیں۔ آپ جس طرف سے بھی آئیں۔ جہاں سے بھی آئیں۔ جتنی بحث کریں۔ جتنا مطالعہ کریں۔ دل روشن نہیں ہوگا۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی معرفت نصیب نہیں ہوگی اور نبی کی معرفت دروازہ ہے معرفت الٰہی کا۔ بڑی سادہ سی بات ہے اور بڑے خوش نصیب ہیں کہ آپ کو وہ صحبتیں میسر آئیں' وہ لوگ مل گئے' وہ دل میسر آگئے' ان لمحوں کو غنیمت جانو' ٹوٹ کر محنت

کرو

بیاں کرد تا در مدینہ نور احمد بنی ازدر و دیوار لامش
جمال مصطفیٰ بے پردہ بنی چو خورشید کہ بے ابراست طالب

کسی صوفی نے ہی یہ دعوت دی ہوگی۔ ارے کرنے کا کام ہے۔ آمیرے ساتھ کر۔ تجھے جمال مصطفیٰ کا دیدار ایسے کراؤں جیسے بغیر بادل کے سورج طلوع ہوا ہوا ہوتا ہے۔

کرنے کا کام ہے یار کر گزرو۔ کسی کے مشورے اور لوگوں کی رائے ان کی اپنی استعداد کے مطابق ہوتی ہے تجربہ اور شئے ہوتا ہے۔ ہاں یہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے عمریں ہار کر اس نعمت کو پایا ہے اور اگر ہزار زندگیاں اور ملیں تو اسی پر قربان کریں گے اور اس کی قیمت ادا نہیں ہوتی یہ بڑا عجیب حال ہوتا ہے' یہ بڑی عجیب بات ہوتی ہے نہ بتانے کی ہے نہ سمجھانے کی۔ خود کوشش کرو دیکھو تو سمجھ جاؤ گے اللہ کریم ہم سب کو توفیق دے۔ آمین

اس خطاب کی روشنی میں حضرت کا درج ذیل اعلان ملاحظہ فرمائیے

ہاں! میں یہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ مجھ پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ میں ایک نگاہ میں ایک شخص .کے وجود کے ذرے ذرے کو اللہ کا ذکر سکھا سکتا ہوں۔ یہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے۔ جس کام کے لئے برسوں لگتے ہیں۔ جس کے لئے بڑے بڑے صوفی برسوں وقت طلب کرتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بخشی ہے کہ وہ بات میں ایک لمحہ میں کر سکتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے' اگر آپ طالب ہیں۔ بحوالہ "المرشد ستمبر 1988 صفحہ نمبر 10"

رب کی دھرتی ---------- رب کا نظام

ملک میں نفاذ نظام اسلام کیلئے ظالم کا ہاتھ روکنے اور مظلوم کی مدد کرنے کیلئے حق و انصاف کا بول بالا کرنے کیلئے

12 ستمبر کو موچی گیٹ لاہور میں بعد از نماز مغرب

جلسہ عام

تنظیم الاخوان کے مرکزی راہنما

مولانا محمد اکرم اعوان

سابق سینیٹر طارق چودھری اور غیاث الدین جانباز خطاب فرمائیں گے ○ کارکن جوق در جوق شریک ہوں

○ (تنظیم الاخوان پاکستان) ○

پاور گیم اور ظلم کا نظام

قاضی غیاث الدین جانباز ملک کے نامور سیاستدان اور قلمکار ہیں' انہوں نے یہ مضمون خصوصی طور پر "المرشد" کے لئے تحریر کیا۔ (ادارہ)

پاکستان کی سیاست و معیشت اپنے عہد کے بدترین بحران کا شکار ہے۔ حکمران طبقات ناکام ہو چکے ہیں۔ ظلم کے نظام کو جاری رکھنے اور بچانے کے لئے نئے نئے فارمولے سامنے لائے جا رہے ہیں۔ استحصالی نظام کی بقاء کے لئے اقتدار سے باہر کے حکمران طبقات فوج کو آواز دے رہے ہیں۔ وزیراعظم میاں نواز شریف کاسہ گدائی اٹھائے ملک ملک جا کر بھیک مانگ رہے ہیں دوسری طرف وہ کشکول توڑنے کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ملک اور عوام بند گلی میں کھڑے ہیں۔ اصل مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے اور عوام کو تقسیم در تقسیم کرنے کے لئے کالاباغ ڈیم کی تعمیر کا شوشہ چھوڑا گیا خانوں کے خان جناب ولی خان اور وفاق کی سیاست کی علمبردار بے نظیر بھٹو کالا باغ ڈیم کے خلاف میدان لگا کر نظام کی تبدیلی کے لئے ابھرتی ہوئی سوچ کو روکنے میں کوشاں ہیں۔ چاروں صوبوں کی زنجیر بے نظیر بھٹو اپنی لوٹ مار کی دولت اور لوٹ مار کے ماہر شوہر کو بچانے کے لئے پنجاب کے خلاف سندھی شاونسٹوں (جن کے خلاف مرحوم بھٹو ہمیشہ بولتے رہے) سے ہتھ جوڑی کر چکی ہیں۔ نواز شریف خوش ہیں کہ بے نظیر کی پنجاب دشمن سیاست کے باعث وہ پنجاب کے ہیرو بن رہے ہیں۔ قاضی حسین احمد اپنی سولو فلائیٹ کے ذریعے اسلامی انقلاب برپا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد اور مولانا عبدالستار نیازی وزیراعظم کے والد محترم میاں محمد شریف کے ذریعے نفاذ شریعت کے لئے کوشاں ہیں۔

حالات کے تیور بتا رہے ہیں کہ اگلے چند ہفتوں میں کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ ریاستی ادارے حالات دیکھ رہے ہیں۔ جب نواز شریف کی غلط پالیسیوں کے باعث سندھ' سرحد اور بلوچستان کے حکمران طبقات وہاں کے عوام سے پنجاب کے خلاف مورچہ لگوائیں گے تو ظاہر ہے کہ مقتدر قوتیں خاموش نہیں رہ سکتیں۔ لیکن مقتدر قوتیں بھی تو نظام بچانے کے لئے اپنی خاموشی توڑیں گی۔ وہ جو بھی اقدام کریں گی اس کے مثبت نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ ہو سکتے ہی نہیں کیونکہ ظلم و جبر کا پچاس سالہ نظام جو انگریز سامراج کا عطا کردہ ہے اب آخری دموں پر ہے یہ نظام چل نہیں سکتا۔ سوشلزم کا عہد ختم ہوا۔ سرمایہ داری نظام پوری دنیا میں سسکیاں لے رہا ہے۔ پاکستان میں تو سرے سے کوئی نظام ہی نہیں یہاں تو کرپشن ہی کرپشن ہے۔ عوام اس سسٹم سے نجات چاہتے ہیں لیکن وہ اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ عوام ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ ایک لٹیرے سے ہٹتے ہیں دوسرے لٹیرے کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ عوام مسلمان ہیں لیکن نفاذ اسلام کے لئے اپنا عملی کردار ادا نہیں کرتے۔ ایسے ماحول میں پاور گیم شروع ہو چکی ہے۔ اس کھیل میں عوام ایک بار پھر ہاریں گے لیکن یہ شکست اس قدر خوفناک ہوگی کہ ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔

ایسے ماحول میں تنظیم الاخوان پاکستان اللہ کی رضا اور اللہ کی مخلوق کی بقا کے لئے اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کے لئے 12 ستمبر کو لاہور کے موچی دروازہ میں ایک بڑا جلسہ عام منعقد کر رہی ہے۔ اس جلسہ میں ملک بھر کے علماء کو بھی مدعو کیا جا رہا ہے۔ تنظیم الاخوان کے سربراہ امیر محمد اکرم اعوان عوام کے سامنے انقلابی لائحہ عمل پیش کریں گے۔ اگر عوام نے امیر محمد اکرم اعوان کے پیش کردہ لائحہ عمل کا ساتھ دیا تو وطن عزیز کی بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی ساحل مراد تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر عوام نے ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنے کی روش جاری رکھی تو پھر اللہ کی اپنی عادت ہے۔ اللہ ان قوموں کی مدد کرنے کی ذمہ داری قبول فرماتا ہے جو اپنی حالت بدلنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جو

قومیں اپنی حالت بدلنے کے لئے اللہ کے بنائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتیں تو پھر اللہ اپنی عادت کے مطابق کسی دوسرے سے کام لیا کرتا ہے۔ افغانستان میں طالبان کی حق پرستانہ جدوجہد آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ طالبان کی مکمل فتح مظلوم پاکستانی مسلمانوں کے لئے سہارا بنے گی۔ حالات کا جبر ہمیں کھینچ کھینچ کر طالبان کے خون سے رقم صراط مستقیم کی طرف ہی لے جاتا نظر آرہا ہے۔ افغانستان کے رہبر ملاں عمر کو کون جانتا تھا۔ اللہ جب نجات دھندہ پیدا کرتا ہے تو ملاں عمر جیسے گدڑی پوشوں کو منتخب کرلیتا ہے۔ کسی کو میری بات پسند آئے نہ آئے لیکن میں سچ کہنے سے باز نہیں آسکتا کہ پاکستان کے مظلوموں کے لئے اللہ نے نجات دھندہ منتخب کرلیا ہے جس کا نام امیر محمد اکرم اعوان ہے۔ تنظیم الاخوان کے کارکنوں اور ان کے قائد کو اقتدار کی طلب نہیں وہ نور رسالت مآب ﷺ کی اتباع میں ظلم کا خاتمہ چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لئے وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ حکمران طبقہ عوام کو فریب دینے کے لئے من مرضی کی شریعت کے نفاذ کا مسودہ تیار کر رہا ہے۔ اگر میاں نواز شریف اپنی مرضی کا اسلام دے کر سمجھتے ہیں کہ انہیں اللہ کی امداد میسر آسکتی ہے تو یہ ان کی بھول ہے۔ عوام سود کا نام بدلنے کو کبھی شریعت تسلیم نہیں کریں گے۔ سود کو مارک اپ قرار دیکر جنرل ضیاء الحق نے اسلامائز کیا تھا۔ مارک اپ کے نام پر سودی نظام جاری ہے۔ عوام اسلامی معیشت اور اسلامی عدالتی نظام چاہتے ہیں۔ اسلامی معیشت میں شراکت ہوتی ہے صرف منافع نہیں۔ اسلامی معیشت میں زکوۃ وعشر کا الٰہی ٹیکس ہوتا ہے موجودہ طرز کے ٹیکس سسٹم کی اسلامی معیشت و اقتصادیات میں گنجائش ہی نہیں جو ٹیکس مہنگائی دے وہ اسلام میں حرام ہے۔ تاجروں کی جو تنظیمیں اس وقت ٹیکسوں میں اضافہ کے خلاف جدوجہد کر رہی ہیں انہیں اسلامی ٹیکس کا نعرہ لگا کر میدان میں آنا چاہئے اسی صورت میں ان کو نجات مل پائے گی۔

ویزا عمرہ حاصل کیجیے

سلسلہ عالیہ کے احباب عمرہ پر جانے کے لئے رابطہ کریں ○ ہم آپ کو گروپ کی صورت میں حرمین شریفین کے سفر پر روانہ کریں گے ○ گروپ کم سے کم تین ساتھیوں پر مشتمل ہوگا' آپ جہاں بھی ہوں ہم گھر تک سروس دیں گے ○ فون کے ذریعے یا ڈاک کے ذریعہ رابطہ کریں

○ انشاء اللہ ○ ساتھیوں کیلئے رعایتی پیکیج ہوگا

○ حفیظ الرحمٰن ○ العروج انٹرنیشنل ٹریولز' اکال والا روڈ' ٹوبہ ٹیک سنگھ

فون نمبرز :- 0461-2520-510559 ○ فیکس نمبر :- 0462-510559

ہم کون لوگ ہیں؟

رانا احمد نواز گوجرہ

رانا احمد نواز سلسلہ اویسیہ کے دیرینہ رفیق ہیں اور سلسلہ عالیہ اور الاخوان کے لئے طویل عرصے سے سرگرم ہیں۔ رانا احمد نواز نہ صرف ایک اچھے نثر نگار بلکہ شاعر بھی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں انہوں نے گوجرہ میں سلسلہ عالیہ کا تاریخی سفرنامہ ہم کون لوگ ہیں؟ کے عنوان سے رقم کیا ہے۔ جو دو قسطوں پر مشتمل ہے دوسری قسط آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

تنظیم الاخوان سے وابستہ احباب یہ جان چکے ہیں کہ یہ جماعت کن جذبوں' کن ارادوں اور کن مقاصد کو لے کر چل رہی ہے۔ یہ تنظیم مختصر سے عرصہ میں جس رفتار سے پھیلی اور پھیل رہی ہے اس کا ادراک ممکن نہیں۔ بغیر کسی جھگڑے فساد اور مذہبی خلفشار کے یہ سنجیدہ ترین لوگ وقت کی رفتار سے کہیں تیز تر رواں دواں ہیں۔ ان کی دعوت کیا ہے؟ اس تنظیم سے وابستہ ہر شخص کی زبان پر ہے۔ ان کے مقاصد کیا ہیں؟ اس تنظیم سے وابستہ ہر بچے کی زبان سے معلوم کئے جا سکتے ہیں' مگر اس تیزی سے بننے والی عمارت کی بنیاد کون لوگ ہیں؟ کیسے لوگ ہیں؟ کن جذبوں اور کن ارادوں کے مالک ہیں۔ یہ کیسے اس تنظیم سے وابستہ ہوئے اور آج کس حال میں ان کا سفر جاری ہے؟

یہ سوالات ہر اس شخص کے ہیں جو نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں اور شاید کل کے مورخ کو بھی ان سوالات کے جوابات کی ضرورت ہو گی۔ ان تمام سوالات کے جوابات میں اپنی چھوٹی سی بستی سے دیتا ہوں۔ یہ بستی جس کا نام گوجرہ ہے اور یہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تحصیل ہے جو کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تیس کلو میٹر دور شمال کی طرف واقع ہے۔

جوابات کے لئے جن لوگوں کے حالات و واقعات تحریر کر رہا ہوں یہ سب لوگ اس وقت بھی میرے سامنے موجود ہیں اور میں ان میں موجود ہوں۔ آپ غور فرمائیں گے تو محسوس ہو گا کہ یہ ساری کی ساری محبتوں کی داستان ہے۔ کفر و الحاد اور ظلم کے اس دور میں جب زمانہ ایک بار پھر گھٹا ٹوپ اندھیروں میں چھپ گیا' اللہ و رسول کی محبت اور بندوں کی باہمی محبت سے جب دل خالی ہونے لگے تو اللہ رب العزت نے ایک بار پھر احسان فرمایا اور ایک ایسی ہستی زمانے کو عطا فرمائی کہ زمانہ پھر سے کروٹیں لینے لگا۔ اللہ و رسول کی محبت سے نا آشنا دل پھر سے اللہ اللہ کرنے لگے۔ اطاعت رسول ﷺ پھر سے دلوں میں جاگ اٹھی اور بندے ایک بار پھر بندوں سے محبت کرنے لگے۔ تنظیم الاخوان کی بنیاد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ہر ساتھی کو تنظیم الاخوان کا رکن تصور کیا جاتا ہے۔

ہماری دعوت یہ ہے کہ اپنے وجود پر اللہ کا نظام نافذ کیا جائے اور اللہ کے نظام اور اطاعت رسول ﷺ کی دعوت اپنے عزیز و اقارب پھر اپنے دوستوں اور دوسرے احباب تک پہنچائی جائے۔

ہمارے مقاصد یہ ہیں کہ یہ ملک جو نفاذ اسلام کی خاطر حاصل کیا گیا ہے اس میں اسلام نافذ کیا جائے۔ اپنے ملک اور پوری دنیا پر اسلام نافذ کر کے پوری دنیا سے ظلم و ناانصافی کا خاتمہ کیا جائے اور یہ ہو کر رہے گا انشاء اللہ۔

اللہ رب العزت نے جب گوجرہ شہر میں تنظیم الاخوان کی بنیاد رکھنے کا فیصلہ کیا تو اپنے ایک بندے جس کا نام عبدالرشید تھا' اس کے ہاتھ کتاب دلائل السلوک گوجرہ شہر میں بھیجی۔ یہ کتاب حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے۔ یہ کتاب' راہ حق کی تلاش میں سرگرداں ایک شخص جس کا نام محمد احمد ہے اس کو دی گئی۔ یہ شخص مدت سے کسی ایسے راہبر کی تلاش میں تھا جو اسے منزل تک پہنچا دے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے بے شمار سفر کئے تھے۔ بڑی بڑی گدیوں کے چکر لگائے تھے۔ بڑے بڑے قطب نما اور غوث نما بہروپیوں کے پاس برسوں ضائع کئے

مگر منزل نہ مل سکی۔ بالآخر کتاب دلائل السلوک کی شکل میں روشنی کی کرن نظر آئی کتاب کے مطالعہ نے پوری طرح واضح کر دیا کہ تصوف کیا ہے؟ راہبر کیسا ہونا چاہیے؟ اور یہ کہ صاحب کتاب کسی بھی شخص کو منزل تک پہنچانے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

اب اگلا مرحلہ اس ولی کامل کی تلاش اور عملی زندگی میں اس کی کارکردگی کا جائزہ لینا تھا تاکہ زندگی کے بیش قیمت لمحے ضائع نہ ہو سکیں۔ محمد احمد نے یہ کتاب اپنے ایک دوست مولوی محمد دین صاحب کو بھی پڑھنے کے لئے دی۔ انہیں بھی جنون کی حد تک شوق تھا کہ کوئی راہبر ایسا مل جائے جو رب کے ساتھ تعلق کو جوڑ دے۔ کتاب کی حد تک مطمئن ہونے کے بعد انہوں نے ماسٹر عبدالرشید صاحب جو کہ چک 95 ج ب کے رہائشی تھے مگر ملازمت کسی دوسرے شہر میں کرتے تھے ان سے حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ ان سے یہ بھی پتہ چلا کہ آج کل منارہ کے علاقے میں چالیس روزہ تربیتی اجتماع شروع ہے جہاں پر سالکین کی تربیت کی جاتی ہے۔ مراقبات ہوتے ہیں اور اللہ اللہ کروائی جاتی ہے۔ اب ان دونوں حضرات نے مزید تسلی تشفی کے لئے اپنے ایک دوست ماسٹر غلام محمد صاحب کی مدد حاصل کی۔ یہ بھی نمازی اور شوق والے آدمی تھے۔ انہیں تیار کیا کہ منارہ جائیں اور واپس آکر اصل حالات وواقعات بیان کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی کے یہ لمحے بھی ضائع ہو جائیں۔ آخر کار ماسٹر غلام محمد صاحب منارہ تشریف لے گئے۔

اس وقت بھی چالیس روزہ کورس گرمیوں کی چھٹیوں میں ہوا کرتا تھا اور یہ منارہ کے پرائمری سکول کی عمارت میں ہوا کرتا تھا۔ اور یہ واقعہ 1974ء کا ہے۔ منارہ میں ماسٹر غلام محمد صاحب نے تین روز قیام کیا اور واپس آکر یہ رپورٹ پیش کی۔

فرمانے لگے کہ میں نے جو تین روز ان کی خدمت میں گزارے ہیں اس میں انہیں کوئی خلاف سنت کام کرتے نہیں دیکھا۔ تمام احباب تہجد گزار ہیں' صبح شام اللہ کے نام کا ذکر کرتے ہیں۔ محبت شیخ نصیب ہوتی ہے حرام کھانے سے منع کیا جاتا ہے۔ ہوٹلوں کے پکے ہوئے کھانوں سے منع کیا جاتا ہے۔ رزق حلال پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ نماز باجماعت کی تلقین کی جاتی ہے۔ مراقبات کروائے جاتے ہیں اور منازل سلوک طے کروائے جاتے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی میرے پاس آکر اللہ اللہ کرے' رزق حلال کھائے' ذکر واذکار کرے تو میں اسے توجہ دے کر دربار نبوی ﷺ میں پیش کرکے روحانی طور پر حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کروا دوں گا۔

یہ رپورٹ انتہائی حوصلہ افزا تھی۔ دعائیں رنگ لے آئی تھیں اب ان کے دل اس ہستی کو ملنے کے لئے بے چین تھے۔ اب منارہ کا پروگرام بھی ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا محمد احمد صاحب چند روز بعد حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب سے شرف ملاقات کے لئے حضرت کے آبائی گاؤں چکڑالہ تشریف لے گئے۔ آپ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ یہی وہ ہستی تھی جس کی مدتوں سے تلاش تھی۔ ہاں یہی وہ ہستی تھی جس کے پاس طلب لے کر جانے والا ان کے حسن وجمال کا اسیر ہو جاتا۔ یہی وہ ہستی تھی جو ہر وقت منتظر رہتی تھی کہ کوئی طلب لے کر آئے تو اسے منزل مقصود تک پہنچا دوں۔ آج مدتوں بعد اللہ رب العزت نے اس ہستی تک رسائی کی توفیق نصیب فرمائی۔

اس طرح گوجرہ شہر میں رکھی جانے والی یہ پہلی اور بنیادی اینٹ تھی۔ چکڑالہ سے انہوں نے جناب حکیم محمد صادق صاحب کا اڈریس حاصل کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ قرب وجوار میں کوئی ایک ساتھی اور مل جائے تاکہ مل کر ذکر کیا جائے اور ایک جماعت کی شکل بن جائے۔ چنانچہ ان کی یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔ جناب حکیم محمد صادق صاحب سے ملاقات کے لئے ہر جمعرات ٹوبہ ٹیک سنگھ جاتے رہے بالآخر تیسری جمعرات کو ملاقات نصیب ہوئی اور ان کے ساتھ بیٹھ کر اللہ اللہ کیا' اور آج تقریباً" کوارٹر صدی ہونے کو ہے کہ اللہ اللہ کی توفیق باقی ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلے انہوں نے مولوی محمد دین صاحب کو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی دعوت دی اور ان کا رابطہ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب اور پھر حکیم محمد صادق صاحب سے کروایا مولوی محمد دین صاحب بھی پہلے سے مطمئن تھے لہٰذا فوراً" حلقہ بگوش ہو گئے۔ اس طرح یہ پہلی اور بنیادی اینٹ تھی جو باضابطہ طور پر گوجرہ کے دیہاتی علاقے

میں رکھی گئی۔ پھر یہ چراغ جلتے رہے اور ان سے چراغ جلتے رہے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ میں پہلا کام ہی یہ بتایا جاتا ہے کہ اب تمہیں محبتوں کے چراغ جلانے ہیں۔ پھر چراغ جلنے لگے محمد احمد صاحب نے چک 96 ج ب کے ایک دوست غلام مصطفیٰ کو دعوت دی اور یہ چراغ اپنے گاؤں میں روشنی کا سبب بنا۔ پھر چک 367 ج ب میں دعوت دی گئی تو وہاں بھی کئی چراغ جل اٹھے اور آج بے شمار دیہاتوں اور شہری علاقے میں آپ کو سینکڑوں لوگ اللہ اللہ کرتے نظر آئیں گے۔ مگر ابھی فردا" فردا" میں کچھ اور واقعات بھی بیان کروں گا تاکہ یہ بات پوری طرح سمجھ آجائے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیسے لوگ ہیں؟ گوکہ ایسے احباب سے علاقہ بھرا پڑا ہے۔ شہر کے علاقے سے دوسرا شخص جو اس سلسلے سے وابستہ ہوا' اس نے چند روز قبل تبلیغی جماعت کے ساتھ تین چلے لگائے تھے' مگر ابھی تشنگی باقی تھی۔ ایک بزرگ آدمی نے کہا کہ حصول مقصد کے لئے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤ اس نے کہا مجھے بزرگ کی پہچان نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں کچھ نام لکھ دیتا ہوں آپ استخارہ کرکے اللہ رب العزت سے رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں استخارہ کرنے والے شخص نے محمد احمد سے مشورہ کیا کہ میں اس معاملے میں استخارہ کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ تم اس میں ایک اور نام کا اضافہ کرلو۔ چنانچہ استخارہ کی لسٹ میں مزید ایک نام لکھ لیا گیا اور وہ نام نامی حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب" کا تھا۔ دوسری بات محمد احمد صاحب نے یہ فرمائی کہ مزید تسلی کرنی ہو تو میں تمہیں ان کے ایک تربیت یافتہ شاگرد کا ایڈریس بھی دے دیتا ہوں آپ وہاں جاکر ان کی زندگی کا مطالعہ بھی کرسکتے ہیں کہ وہ کیسے ہیں؟ ان کے معاملات کیسے ہیں؟

یہ شہری علاقے میں دوسری اینٹ تھی جو رکھی جا رہی تھی۔ استخارہ ہوا اور پھر ہوتا چلا گیا۔ مسلسل سات روز استخارہ ہوا اور مسلسل سات روز تک راہنمائی ہوئی کہ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب" وہ ہستی ہیں جو تمہیں منزل مقصود تک پہنچادے گی۔ کسی نے پوچھا یار پہلے دن جو پتہ چل گیا تھا تو پھر بار بار استخارہ کرنے کی کیا ضرورت تھی' تو اس پر اس نے یہ جواب دیا کہ یار زندگی میں پہلی بار اللہ رب العزت کے ساتھ شرف ہمکلامی نصیب ہوا۔ یہ لذت ہی کچھ ایسی تھی جو اگلے روز پھر بے چین کر دیتی تھی۔ یہ الفاظ اس شخص کے تھے جو قلم پکڑے آج کا مضمون لکھ رہا ہے۔ مجھے چند روز قبل حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی نے فرمایا تھا کہ المرشد کے لئے کچھ لکھ کر بھیج دینا اور یہ ان کے حکم کی تعمیل ہے وگرنہ مجھے لکھنا نہیں آتا۔

اب میں سو فیصدی مطمئن تھا مگر حکیم محمد صادق صاحب کو ملنے کا شوق باقی تھا۔ ذہن میں تھا کہ وہ اس ہستی کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں۔ کوئی دن ان کے پاس گزرے۔ ان سے اللہ اللہ کرنے کا طریقہ سیکھوں۔ چنانچہ ایک روز ان کی طرف چل پڑا' جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حکیم صاحب کا گاؤں ٹوبہ ٹیک سنگھ سے پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر تھا اور ٹوبہ ٹیک سنگھ گوجرہ سے تیس کلو میٹر کا فاصلہ تھا۔ گوجرہ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کا تمام راستہ کچا ہوا کرتا تھا تیس کلو میٹر کا فاصلہ بس دو ڈھائی گھنٹے میں کرتی تھی۔ بس جب ٹوبہ ٹیک سنگھ پہنچی تو مٹی سے اٹی ہوئی سواریاں غور سے اپنے ساتھیوں کو پہچانتی تھیں۔ میں نے اپنا سائیکل اپنے ساتھ بس میں سوار کیا اور چل پڑا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ پہنچ کر سائیکل پر چک 482 کو ہولیا۔ اس گاؤں کا تھانہ ٹوبہ ہوتا تھا۔ تحصیل شورکوٹ اور ضلع جھنگ' گویا کہ تینوں شہروں کی حدود ان کے گاؤں سے لپٹی ہوئی تھیں۔ گاؤں پہنچ کر گھر کا پتہ معلوم کیا۔

آمنا سامنا ہوا تو نہ جانتے ہوئے بھی وہ چہرہ آشنا سا لگا۔ بیگانہ تھا مگر چہرے پر مسکراہٹ اپنوں والی تھی۔ وہ ہستی جس نے انہیں لوٹا تھا اس نے انہیں لوٹنے کا ڈھنگ بھی سکھا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آج اس نے بھی مجھے آسانی سے لوٹ لیا ملاقات تو پہلی تھی مگر وہ برسوں کا آشنا سا لگتا تھا۔ خیر میں نے سلام عرض کیا اور مدعا بیان کیا۔ حکیم صاحب بہت خوش ہوئے' تھوڑی دیر کے بعد ہم نماز جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچ گئے۔ واپس آکر کھانا کھایا' اس کے بعد انہوں نے ذکر کے موضوع پر چند احادیث بیان فرمائیں' پھر مجھے ذکر خفی کا طریقہ بتایا اس کے بعد ذکر ہوا۔ میں نے وہاں پر تین روز قیام کرکے ان کے شب و روز کو دیکھا' ان کے معمولات یہ تھے کہ صبح تہجد ادا کرتے' پھر ذکر خفی ہوتا' صبح کی آذان خود کہتے' نماز سے فارغ ہو کر کھیتوں کا چکر لگاتے' واپس آکر

ناشتہ کرتے' اس کے بعد اپنی دوکانداری شروع کرتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑا آرام فرماتے اور باقی اوقات میں سے وقت نکال کر تلاوت قرآن پاک اور تسبیحات میں مشغول رہتے۔ تین روز وہاں رہ کر میں نے خوب ذکر کیا۔ کتاب دلائل السلوک کا مطالعہ اور تلاوت میں مشغول رہا مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہر ہر لمحے کا بغور جائزہ لیا۔ الحمد اللہ میں نے جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ کے مرید کو پایا۔ پھر میں نے دعا کی بار الٰہا میں نے جس راستے کے لئے آپ سے مشورہ کیا تھا میں نے اس راستے کے مسافر کو بھی دیکھ لیا اب تو یہ دعا بھی قبول فرما کہ مجھے ہمیشہ کے لئے ان سے وابستہ کر دے جو تیرے محبوب ترین بندے ہیں اور یہ اللہ رب العزت کی کرم نوازی ہے کہ آج ربع صدی ہونے کو ہے اور اس نے مجھے ان نیک بندوں سے وابستہ کر رکھا ہے۔ اس طرح شہر گوجرہ میں ہم دو آدمی ہو گئے۔

اب دیہات اور شہر کے ملا کر تقریباً" چھ ساتھی بن گئے۔

اب ہماری ترتیب یہ بن گئی کہ ہم دو ساتھی ہر ہفتہ دو دن حکیم محمد صادق صاحب کے گھر رہتے اگلے ہفتے دوسرے دو اور پھر تیسرے ہفتے باقی دو احباب حکیم صاحب کے ہاں دو دن قیام کرتے خوب کھاتے پیتے اور خوب اللہ اللہ کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ایک پروگرام ہفتہ وار گوجرہ میں شروع کیا۔ ایک پروگرام چک 95 ج ب ایک پروگرام چک 96 ج ب اور ایک چک 315 ج ب کالا پہاڑ میں شروع کیا۔ اب ہم خوب مصروف ہوئے۔ دن کاروبار میں اور راتیں اللہ کی یاد میں بسر ہوتیں۔ دیہات کا پروگرام بعد نماز مغرب ہوتا' رات کا قیام گاؤں میں ہوتا۔ رات دیر تک گفتگو کا موضوع سلسلہ اویسیہ اور ان کے بزرگ ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکیم صاحب نے شفقت فرمائی اور ایک پروگرام ہفتہ وار ہمیں ٹوبہ ٹیک سنگھ دے دیا گیا' جس میں گوجرہ کے تمام احباب شرکت کرتے تھے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک ساتھی یوسف صاحب اور پھر ایک ساتھی عبدالرحمٰن صاحب حلقہ میں شامل ہوئے۔ رات کا قیام اکثر عبدالرحمٰن صاحب کے گھر ہوتا تھا۔ اب ہم نے دعوت کا سلسلہ تیز کر دیا اور احباب کی تعداد بڑھنی شروع ہو گئی۔ چک 315 ج ب میں مولوی محمد دین صاحب کو بھی ایک ساتھی مل گیا اور دو احباب کی جماعت بن گئی۔ یہ دونوں احباب ہر روز مغرب کے بعد ذکر کرنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ چند روز بعد اسی گاؤں کا ایک بچہ جس کا نام عبدالحمید تھا اس کی عمر 12' 13 سال کے لگ بھگ تھی غالباً" چھٹی یا ساتویں کلاس کا سٹوڈنٹ تھا' نماز مغرب کے بعد مولوی صاحب کے ساتھ ذکر کے لئے بیٹھ گیا۔ مولوی محمد دین صاحب نے سوچا کہ یہ چھوٹا سا بچہ ہے ابھی ذکر کو کیا سمجھے گا۔ لہٰذا اسے یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ بیٹا جاؤ شاباش باہر جا کر کھیلو۔ اور ایسا کئی بار ہوا۔ مگر یہ بچہ بھی دھن کا پکا تھا۔ ہر روز مغرب کے بعد دور کھڑا ہو کر انہیں ذکر کرتے دیکھتا رہتا۔ ایک روز پھر ہمت کر کے مغرب کے بعد ذکر کرنے کے لئے ان احباب کے ساتھ بیٹھ گیا' مگر مولوی صاحب نے پھر اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بچہ اٹھ کر باہر صحن میں چلا گیا مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی' صحن میں مٹی کا ڈھیر پڑا تھا یہ بچہ مٹی کے ڈھیر پر بیٹھ کر رونے لگا' ہچکیاں بندھ گئیں۔ جانے کس نے اسے یہ سلیقہ بتا دیا کہ چیزیں یوں بھی مل جایا کرتی ہیں۔

مولوی محمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بچے کی ہچکیاں سنائی دیں جن میں بچے کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ بھی شامل تھے' فرماتے ہیں کہ میں نے جب غور کیا تو بچہ کہہ رہا تھا' اللہ تو دیکھ لے یہ ہر روز تیرا ذکر کرتے ہیں اور میں ہر روز ان کے پاس بیٹھتا ہوں مگر یہ روز مجھے اٹھا دیتے ہیں' اللہ تو خود کہہ کہ مجھے بھی بٹھا لیا کریں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ذکر کرنا بھول گیا۔ فوراً" اٹھ کر بچے کو گود میں لیا پیار کیا اور اسے اپنے ساتھ ذکر پر بٹھایا۔ اور اس طرح یہ وہ پہلا بچہ تھا جسے اللہ رب العزت نے گوجرہ کی بنیادوں میں قبول فرمایا۔

اب اس بچے نے اپنے کام کی ابتداء اپنے سکول سے شروع کی' چند ہی دنوں میں اس کے بہت سارے دوست نمازی بن گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سکول میں صفوں کا بندوبست کیا گیا اور تمام بچے اور اساتذہ صرف ایک چھوٹے سے بچے کی دعوت پر نمازی بن گئے اور سکول میں ظہر کی باجماعت نماز پڑھی جانے لگی۔ اگلے سال یہ بچہ تربیتی کورس پر منارہ میں پورے چالیس روز کے

لئے چلا گیا۔ 1981ء میں اس بچے کو جو اب تھوڑا بڑا ہو چکا تھا چک 315 ج ب کا امیر مقرر کر دیا گیا۔ اس نے اپنے کام کو اپنے گاؤں کے علاوہ چک 287، چک 319، چک 425، چک 377 تک پہنچایا اور آج بھی بفضل اللہ بڑی جماعت کے ساتھ اللہ اللہ کر رہا ہے۔

اب میری خواہش ہے کہ میں یہاں پر حکیم محمد صادق صاحب کے متعلق بھی چند الفاظ لکھتا جاؤں، کیونکہ اس کے بغیر تو رپورٹ سرے سے ہی ناممکن ہوگی۔ آج سے 26 برس قبل پورے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ پر نظر ڈالی جائے تو سب سے پہلے جو روشنی کا بلند مینار نظر آئے گا وہ جناب محترم حکیم محمد صادق صاحب کی ذات گرامی ہے۔ جناب حکیم محمد صادق صاحب 1963ء میں طبیہ کالج سے فارغ ہوئے تو لاہور میں طب کی دوکان کھول لی۔ اس وقت حکیم صاحب مکمل دنیا دار آدمی تھے۔ کوئی دینی مصروفیات نہیں تھیں۔ پینٹ شرٹ آپ کا پسندیدہ لباس ہوا کرتا تھا۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ دوکان کے قریب میرے ایک جاننے والے رہتے تھے، جو اللہ اللہ کیا کرتے تھے بڑے نیک آدمی تھے۔ ایک روز انہوں نے مجھے بھی ذکر کی دعوت دی اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اللہ اللہ کیا تو میری عجیب حالت ہوئی۔ مجھے ایسا سکون ملا اور مجھے یہ عمل اتنا پسند آیا کہ میں پابندی سے اللہ کا ذکر کرنے لگا۔ دل بدلنا شروع ہوا تو ہر چیز بدلنے لگی۔ میرا لباس بدل گیا میرا چہرہ بدل گیا۔ میں نے داڑھی رکھ لی اور اس طرح میرا لمحہ لمحہ بدل گیا۔ نماز باجماعت ادا ہونے لگی اور تہجد کی توفیق بھی مل گئی۔ 1965ء میں حکیم صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لے آئے اور اپنے آبائی گاؤں چک 482 میں قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں آپ نے کریانے کی دوکان کھول لی اس طرح پورے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں یہ پہلے شخص تھے جو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ساتھی تھے۔ یہاں آکر آپ نے گرداگرد نظر دوڑائی تاکہ کام کو آگے چلایا جا سکے۔ آپ کو پتہ چلا کہ فیصل آباد میں سلسلے کا ایک ساتھی موجود ہے اس وقت پورے فیصل آباد میں بھی ایک ہی شخص اویسی ہوا کرتا تھا چنانچہ آپ اسے ذکر کروانے کے لئے فیصل آباد جانے لگے اور تقریباً دو سال تک ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ جاتے رہے۔ جب گوجرہ سے احباب حکیم صاحب کے پاس جانا شروع ہوئے تو انہوں نے بھی بھرپور توجہ دی آپ نے جس تسلسل محنت اور جانفشانی سے اس کام کو آگے بڑھایا اس نے واقعی ہماری عقلوں کو حیران کر دیا۔ آپ کے برس ہا برس کے سفر میں کوئی ناغہ نظر نہیں آئے گا۔ آپ ہر پروگرام پر اپنے گاؤں سے ٹوبہ تشریف لاتے اور پھر بے وقت آنے والی پسنجر ٹرین یا کچے راستوں پر رینگتی ہوئی کسی کھٹارا بس پر دو ڈھائی گھنٹے میں گوجرہ پہنچ جاتے۔ جب احباب کی تعداد بڑھی تو آپ نے نہ صرف گوجرہ شہر بلکہ گوجرہ کے دیہاتوں کو بھی وقت دینا شروع کر دیا۔ چند سالوں کے بعد اللہ نے آپ کو 50CC موٹر سائیکل دے دیا۔ اب آپ نے چک 96 اور چک 315 میں بھی ماہانہ پروگرام شروع کر دیا۔ یہاں ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرتا چلوں کیونکہ مضمون لکھنے کی غرض وغائیت بھی یہی ہے۔

چک 96 ج ب کا فاصلہ گوجرہ سے آٹھ دس کلو میٹر کا ہے ان دنوں شہر سے گاؤں تک پہنچنے کے لئے کوئی پکی سڑک نہ تھی۔ یا تو وھول سے اٹا ہوا لمبا راستہ تھا، یا پھر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ایک پتلی سی پگڈنڈی قسمت کی لمبی لکیر کی طرح جاتی نظر آتی تھی جس پر چھوٹے چھوٹے خطرات کے پتھر بکھرے نظر آتے یا پھر پہاڑی کیکر کی بڑھی ہوئی شاخیں آنے جانے والوں کو اپنی آنکھوں اور اپنے چہروں کی حفاظت کی تلقین کرتی تھیں۔ اب ہوتا یہ تھا کہ جس روز چک 96 ج ب کا ماہانہ پروگرام ہوتا اور حکیم صاحب نے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ موٹر سائیکل پر گاؤں جانا ہوتا تھا وہاں کے ایک شخص جس کا نام حاجی فیض احمد صاحب ہے جو سلسلہ کے ساتھی ہیں وہ اپنے کندھے پر کلہاڑی رکھتے اور گاؤں سے شہر تک کا آٹھ دس کلو میٹر کا سفر کرتے اور وہ تمام پتھر جو ریلوے لائن سے پھسل کر راستے میں رکاوٹ ہوتے انہیں اٹھا کر پھر ریلوے لائن پر پھینک دیتے اور تمام راستے کی وہ شاخیں جو رکاوٹ نظر آتیں انہیں کلہاڑی سے کاٹ کر راستے کو صاف کرتے تاکہ جب حکیم محمد صادق صاحب یہاں سے گزریں تو کوئی راستے کا پتھر یا کوئی خار دار شاخ انہیں تکلیف نہ پہنچائے اور یہ سلسلہ سالہا سال تک چلتا رہا۔ یہ تھی وہ محبت جو اللہ اللہ کرنے سے دل میں

پیدا ہوئی' یہ تھی سینے کی روشنی جس نے دلوں کو محبتوں سے بھر دیا۔ کسی شخص کی نظر نے ایسے لوگ گوجرے کی بنیادوں میں رکھ دیئے۔

تو بات چل رہی تھی حکیم محمد صادق صاحب کی۔ اس وقت ابھی آپ نے موٹر سائیکل نہیں خریدا تھا' گوجرہ کا ماہانہ پروگرام تھا آپ گاؤں سے ٹوبہ ٹیک سنگھ سائیکل پر تشریف لائے۔ ٹوبہ سے گوجرہ جانے والی پسنجر ٹرین کا انجن خرابی صحت کی بنا پر لمبے ریسٹ پر تھا اور گوجرہ جانے والی بس بھی بے بس تھی ادھر حکیم صاحب کو ہر صورت گوجرہ پہنچنا تھا۔ اب ایک ہی طریقہ تھا کہ سائیکل پر گوجرہ پہنچا جائے۔ یہ فیصلہ کرکے آپ نے سائیکل گوجرہ کی طرف موڑ لیا۔ ٹوبہ سے گوجرہ تک تیس کلو میٹر کا دھول سے اٹا کچا راستہ طے کرکے گوجرہ تشریف لائے' پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر واپس اپنے گاؤں تک 45 کلو میٹر کا سفر طے کرکے سائیکل پر ہی واپس پہنچ گئے۔ یہ تو ایک مجاہدے کا واقعہ میں نے عرض کیا ایسے بے شمار مجاہدے اس سفر میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ کوارٹر صدی کے اس طویل سفر میں بے شمار تکالیف بھی راستے میں آئیں مگر ان کی زبان پر کبھی شکوے کا لفظ نہ آیا۔ ایک دفعہ چک 315 کالا پہاڑ موٹر سائیکل پر ذکر کے لئے تشریف لے گئے۔ واپس ابھی ایک کلو میٹر ہی آئے تھے کہ موٹر سائیکل پنکچر ہو گئی۔ سوچا چلو ایک کلو میٹر آگے اڈا ہے وہاں سے لگوالیں گے مگر وہاں کوئی پنکچر کی دوکان نہ تھی۔ پھر سوچا چلو آگے تین کلو میٹر پر ایک اڈا ہے موٹر سائیکل گھسیٹتے ہوئے وہاں پہنچے مگر وہاں بھی کوئی دوکان نہ تھی' اب تو ٹوبہ تک موٹر سائیکل لے جانا تھا' سخت گرمی اور کچا راستہ' اس روز تقریباً" پندرہ کلو میٹر کا پیدل کچا راستہ موٹر سائیکل کے ہمراہ طے کرنا پڑا۔

مجھے وہ دن بھی یاد ہے جب حکیم صاحب ذکر کا پروگرام کرنے کے لئے موٹر سائیکل پر ٹوبہ ٹیک سنگھ روانہ ہوئے۔ اس واقعہ کا پتہ تو ہمیں بعد میں لگا۔ ابھی گوجرہ سے ٹوبہ کی طرف ایک کلو میٹر ہی گئے ہوں گے کہ راستے میں ایک گدھا نظر آیا۔ تھا تو وہ گدھا مگر اس میں گدھوں والی کوئی عادت نظر نہ آئی۔ جانے کب سے حکیم صاحب کے انتظار میں کھڑا تھا۔ گدھے کو حکیم صاحب کیا نظر آئے' امید کی کرن نظر آگئی۔ جونہی حکیم صاحب کی موٹر سائیکل اس کی رینج میں آئی گدھے نے دوڑ لگائی اور پورے زور سے موٹر سائیکل کو ٹکر مار دی۔ موٹر سائیکل فضا میں اچھلا اور دور کھیتوں میں جاگرا۔ اشارے ٹوٹ گئے' ہینڈل مڑ گیا۔ حکیم صاحب کو پورے جسم پر جگہ جگہ چوٹیں آئیں۔ ہاتھ کے انگوٹھے پر شدید چوٹ لگی' حکیم صاحب نے بجائے واپس گوجرہ آنے کے اسی طرح شدید تکلیف میں ٹوبہ تک کا سفر کیا مگر اف تک نہ کی۔ ٹوبہ پہنچ کر مرہم پٹی کروائی۔ کاش گدھے کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ وہ شخص ہے جو نہ باتوں سے اس کام کو چھوڑنے والا ہے اور نہ ہی لاتوں سے چھوڑنے والا ہے۔

پچھلے ہفتے میں ان کے پاس بیٹھ کر حساب لگا رہا تھا کہ انہوں نے مختلف شہروں میں جو پروگرام کئے ہیں اس میں کتنے کلو میٹر موٹر سائیکل پر سفر کیا ہے۔ ذکر کے لئے جن جن شہروں میں حکیم صاحب ایک مدت تک جاتے رہے ان میں ٹوبہ' گوجرہ' فیصل آباد' شورکوٹ' جھنگ' پیر محل' کمالیہ' سرگودھا' عبدالحکیم' مائی صفورہ اور ماموں کانجن کے شہر سرفہرست ہیں۔ میں نے جب روزمرہ کے سفر کو تیس دنوں سے ضرب دے کر پچیس برس سے ضرب دی تو آپ کی موٹر سائیکل کی مسافت تین لاکھ کلو میٹر تھی۔

میں نے کوارٹر صدی کے قریب سلسلہ عالیہ کے اس خادم کو بڑے غور سے دیکھا۔ میں نے اس تراشے ہوئے ہیرے کو ہر پہلو سے دیکھا' میں نے ان کی رفتار کو دیکھا' میں نے ان کی گفتار کو دیکھا' میں نے ان کی عبادت کو دیکھا' میں نے ان کی ریاضت کو دیکھا میں نے انہیں تفکر میں دیکھا' میں نے ان کی مسکراہٹ کو دیکھا' میں نے جس طرف سے بھی جس پہلو کو دیکھا اس میں ایک حسن تھا جو نظر آیا۔

حکیم صاحب کے علاوہ بھی بہت سے ہزار پہلو تراشے ہوئے ہیرے سرزمین گوجرہ پر تشریف لاتے رہے۔ کتنی عظیم ہستی تھی جس نے ایک نظر سے ان میں اتنے رنگ بھرے کہ گننا مشکل ہو گئے۔ شاید کسی نے انہیں کے لئے کہا ہے۔

وہ جو اس کے سامنے آگیا وہی روشنی میں نہا گیا
عجب اس کی ہیبت حسن تھی عجب اس کا رنگ و جمال تھا

گوجرہ میں دارالاخوت کا قیام

سبب قیام دارالاخوت

حقیقی اسلامی اقدار سے گریز اور محرومی کے باعث معاشرتی بحرانوں نے پاکستان کو مسائلستان بنا دیا ہے چنانچہ آج شرفاء کے لئے موزوں و مناسب معقول رشتوں ناطوں کا حصول دشوار ہی نہیں بلکہ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے' امدریں حالات تنظیم الاخوان کے متعدد و دیگر تعمیری و اصلاحی منصوبوں کی طرح پر ایک ذیلی ادارہ "دارالاخوت" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

مرکز کا طریق کار

(1) اچھے رشتوں کے متلاشی خاندانوں کے مابین ان کی معاشرتی حیثیت اور ان کے بچوں کے تعلیمی اور معاشی پس منظر کو حتی الوسع ملحوظ رکھتے ہوئے تعارف کرانا۔

(2) ابتدائی مرحلے میں خواہش مند لوگوں کو مرکز سے رابطہ استوار کر کے ضروری کوائف درج کروانا ہوں گے۔

(3) ضرورت مند افراد کو مرکز کی طرف سے انہیں ضروری اطلاعات کی بہم رسانی کے لئے معقول مناسب بندوبست کرنا ہوگا۔

(4) بعد از تعارف دونوں خاندان باہمی تسلی و آمادگی کے مراحل خود طے کریں گے۔

(5) مرکز کسی قسم کی فراہمی ضمانت کی پابندی سے مستثنیٰ ہوگا۔

دارالاخوت دفتر تنظیم الاخوان غلہ منڈی گوجرہ، فون نمبر: 3483-

پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کن حالات میں کیا

پاکستان کے مایہ ناز سائنس دان ڈاکٹر غلام نبی کے ولولہ انگیز انکشافات

انٹرویو' بشیر احمد ساجد

ڈاکٹر غلام نبی بٹ اسلامی ایٹم بم تخلیق کرنے والی اس ٹیم کے ایک اہم رکن ہیں جس کے سربراہ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان ہیں۔ اس ٹیم نے 28 مئی کو ایٹمی دھماکے کر کے وہ کارنامہ کر دکھایا ہے جس نے پوری دنیا میں پاکستان کی ایٹمی قوت مسلمہ کر دی۔ ڈاکٹر غلام نبی ان دنوں گلشن کالونی واہ کینٹ میں رہائش پذیر ہیں' تاہم وہ 1946ء میں محمد جان کے گھر شریف پورہ محلہ امرتسر میں پیدا ہوئے اور تقسیم ہند کے بعد ان کے بزرگ ہجرت کر کے منڈی بہاؤالدین آگئے۔ ان کے والد نے منڈی بہاؤالدین کی جننگ فیکٹری میں ایک چھوٹی سی نوکری کر لی۔ گھر کے معاشی حالات ٹھیک نہ تھے' لیکن جان محمد نے اپنے دونوں بیٹوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے سکول میں داخل کرا دیا۔

غلام نبی نے میونسپل پرائمری سکول وارڈ نمبر5 منڈی بہاؤالدین سے پرائمری جماعت وظیفے کے ساتھ پاس کی۔ پھر ایم بی ہائی سکول سے امتیازی نمبروں کے ساتھ میٹرک کیا۔ ایف ایس سی اسلامیہ کالج گوجرانوالہ سے کی اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ بی ایس سی زمیندار کالج گجرات سے پاس کی' یہاں بھی گولڈ میڈلسٹ رہے۔

ایم ایس سی فزکس پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کی۔ بعدازاں کچھ عرصہ فزکس کے لیکچرار رہے پھر ایم ایس سی فزکس کی تعلیم جاپان سے حاصل کی۔ 1965ء میں اٹامک انرجی کمیشن جائن کیا۔ Rediation کے کام میں خصوصی مہارت حاصل کی۔ ایٹمی توانائی میں خدمات کے صلے میں انہیں گزشتہ سال پرائیڈ آف پرفارمنس بھی ملا۔ ڈاکٹر غلام نبی چاغی میں ایٹمی دھماکہ کرنے والے سائنس دانوں کی ٹیم میں شامل تھے۔ وہاں انہوں نے چار کلو میٹر لمبی سرنگ میں چودہ دنوں تک کام کیا۔ اس دوران کمانڈوز کی طرف سے انہیں تین بار ریڈ الرٹ بھی کیا گیا۔ اس سرنگ کا منہ بند کرنے میں تین دن لگے' تب جا کر دھماکہ کیا گیا۔ گزشتہ دنوں اہل منڈی بہاؤالدین نے ان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا جس کے لئے خبریں وصحافت کے چیف ایڈیٹر ضیاء شاہد کو خصوصی طور پر مہمان خصوصی کی حیثیت سے بلوایا گیا۔ اس تقریب کے بعد خبریں نے ان کا ایک انٹرویو کیا جو نذر قارئین ہے۔

سوال:۔ کیا ایٹم بم قوموں کو جنگوں سے روکتا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں یہ صرف ایٹم بم ہی ہے جس نے دنیا کو ابھی تک تیسری جنگ عظیم یا کسی بھی بڑی جنگ سے روکا ہوا ہے اگر ایٹم نہ ہوتا تو کیوبا کے بحران اور بہت سے دوسرے عوامل کی وجہ سے تیسری جنگ کب کی شروع ہو چکی ہوتی اور دنیا کا بہت بڑا حصہ جنگ کی ہولناکیوں سے تس نہس ہو چکا ہوتا۔

سوال:۔ ایٹم بم کے سسٹم کو آپ کس طرح بیان کرتے ہیں؟"

جواب:۔ ایٹم بم اپنی ساخت کے لحاظ سے انتہائی پیچیدہ ہوتا ہے جس میں بہت سے سسٹمز انتہائی باریک بینی سے کام کرتے ہیں۔ اس کی درستگی ار باریک بینی کا (Pecision and Accuracy) کا اندازہ آپ اس بات سے لگالیں کہ اس کے مختلف حصوں کی مشیننگ (Machining) مائیکرونز (Microns) کی حد تک صحیح ہونی چاہئے۔ (ایک مائیکرون ایک میٹر کے دس لاکھویں حصہ کو کہتے ہیں یعنی ایک ہزار کلو میٹر سے ایک میٹر کی جو نسبت ہے وہی ایک میٹر سے ایک مائیکرون کو ہے) تاکہ اس کے مختلف حصوں میں وقوع پذیر ہونیوالے عوامل کی رفتار نینو سیکنڈز (Nano-Seconds) میں ہم آہنگ ہو۔ (ایک نینو سیکنڈ کے ایک اربویں حصہ کو کہتے ہیں۔ ایک نینو سیکنڈ کو ایک سیکنڈ کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ایک سیکنڈ کو پونے بتیس سال سے ہے یعنی پونے بتیس سال کے ایک اربویں حصہ کو ایک سیکنڈ کہتے ہیں) غرضیکہ ایٹم بم کی اپنی ہی دنیا ہوتی ہے۔ جس میں وقت' فاصلے' دباؤ (Pressure)' کثافت (Density) اور درجہ حرارت کے اپنے ہی پیمانے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ ایٹم بم میں بہت سے سسٹمز ہوتے ہیں مگر کسی بھی روایتی ہتھیار (Conventional Weapons)

کی طرح اس کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بندوق یا پستول وغیرہ دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پہلا حصہ ان کی گولی یعنی Ammunition اور دوسرا حصہ Arm یعنی خالی بندوق یا پستول ہوتا ہے۔ بغیر گولی کے خالی بندوق بیکار ہے اور بغیر خالی بندوق کے نری گولی بھی بیکار ہے۔ ہتھیار مکمل اسی وقت ہوتا ہے جب گولی بندوق کے اندر موجود ہو خالی بندوق کو ہم ٹرگرنگ سسٹم کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ایٹم بم کے بھی دو حصے ہوتے ہیں۔

نمبر1۔ فشن ایبل میٹریل (Fissionable Material)

نمبر2۔ ٹرگرنگ سسٹمز (Triggering Systems)

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے میٹریل ایٹم بم کی گولی ہوتی ہے جو کہ انتہائی زیادہ دباؤ کی حالت میں سپر کریٹیکل ہو کر نیوٹرانز لگنے پر بہت ہی زیادہ قوت سے پھٹ جاتا ہے۔ یہ میٹریل عموماً یورینیم 235 یا پلوٹونیم 239 پر مشتمل ہوتا ہے۔ چونکہ پاکستان کے پاس پلوٹونیم نہیں ہے اس لئے اسے U-235 یورینیم اپنے بموں میں استعمال کرنا پڑتا ہے۔

یورینیم 235 کا حصول انتہائی پیچیدہ، مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے۔ سب سے پہلے ایٹمی توانائی کمیشن کے جیالوجسٹس (gealogists) سروے کرکے زمین پر یورینیم کے ذخائر ڈھونڈتے ہیں۔ خوش قسمتی سے بغل چور کے مقام پر ایسے کچھ ذخائر مل گئے ہیں سروے کے بعد مائننگ (Mining) کا مرحلہ آتا ہے جس میں لاکھوں ٹن سے بھی زیادہ پتھر اور ریت کو نکال کر اس مقام تک لے جانا ہوتا ہے جہاں یورینیم کی علیحدگی کا کام کرنا ہوتا ہے۔ مائننگ کے بعد ملنگ (Milling) کی سٹیج آتی ہے جہاں اس پتھر اور ریت کو پاؤڈر بنایا جاتا ہے اور پھر مختلف مراحل سے گزار کر اس کی صفائی (Refining) کی جاتی ہے۔ کئی کیمیکل پروسیسز (Chemical Processes) کے بعد پیلے رنگ کی ایک چیز حاصل کی جاتی ہے جسے ییلو کیک (Yellow cake) کہا جاتا ہے۔ اس ییلو کیک سے یورینیم فلورائیڈ گیس بنائی جاتی ہے جو سلنڈروں میں بند کرکے کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز میں یورینیم 235 یورینیم 238 کی علیحدگی کے لئے بھیجی جاتی ہے اسی عمل کو افزودگی (Enrichment) کہا جاتا ہے۔ انرچمنٹ کے بعد واپس یہ گیس کمیشن کے پاس آتی ہے جہاں یورینیم 235 کو دھات میں تبدیل کرکے مطلوبہ شکل کی گولی یا گولہ تیار کیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا تمام مراحل انتہائی پیچیدہ اور خطرناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں ریڈیو ایکٹیوٹی (Radio-activity) کا شکار ہونے کا بہت خطرہ ہوتا ہے یعنی آدمی کو کینسر ہونے کا بہت احتمال ہوتا ہے۔ بہرحال ان تمام مشکل اور جان لیوا مراحل سے گزر کر ایٹم بم کا فشن ایبل میٹریل تیار ہوتا ہے۔ مراحل تو اور بھی ہوتے ہیں لیکن اختصار کی خاطر ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

سوال:۔ ٹرگرنگ سسٹمز کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔ ٹرگرنگ سسٹم سب سسٹمز (Sub-System) پر مشتمل ہوتا ہے جو سب مل کر وہ حالات واسباب پیدا کردیتے ہیں جس کے تحت فشن ایبل میٹریل انتہائی زیادہ دباؤ کا شکار ہو کر سپر کریٹیکل (Super Critical) ہو جاتا ہے اور مناسب لمحہ پر نیوٹران (Neutrons) ملنے پر انتہائی قوت سے پھٹ پڑتا ہے جسے نیوکلیئر ایکسپلوژن (Nuclear Ex-plosions) یا نیوکلیئر ڈیٹونیشن (Nuclear Detonation) کہا جاتا ہے اور یہی ایٹمی دھماکہ ہوتا ہے ایٹمی دھماکہ کی قوت کا زیادہ انحصار ٹرگرنگ سسٹم کی کارکردگی (Efficiency) پر ہوتا ہے۔ جتنی اچھی کارکردگی اس سسٹم کی ہوگی اتنی ہی زیادہ قوت کا دھماکہ ہوگا۔

سوال:۔ پاکستان نے اصل میں پہلا دھماکہ کب کیا تھا؟

جواب:۔ 13 مارچ 1983ء کو پہلا کولڈ ٹیسٹ کیا گیا اور اس ڈیزائن کے مزید ٹیسٹ کئے گئے تاکہ اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال ہو سکے۔ اس کے بعد اس کو چھوٹا بنانے (Minimization) کا کام ہوا۔ اس کی کارکردگی (Efficiency) بھی بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح سے مختلف ماڈل بنائے گئے اور ہر ماڈل کو کولڈ ٹیسٹ کرکے اس کی کارکردگی کی اچھی طرح چھان پھٹک کی گئی۔ یہی مختلف ماڈل

چاغی میں 28 مئی اور 30 مئی 1998ء کو ٹیسٹ کیے گئے۔

سوال:- چاغی میں بقائے پاکستان کی جنگ کس طرح لڑی گئی؟

جواب:- جب 11 مئی کو بھارت نے تین دھماکے کر دیئے تو شام کے وقت اٹامک انرجی کمیشن کے ممبر ٹیکنیکل ڈاکٹر ثمر مبارک نے تمام متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کر کے اگلے روز ہیڈ کوارٹرز میں ایک میٹنگ رکھی تاکہ جوابی ایٹمی دھماکہ کرنے کی تیاریوں کا جائزہ لیا جا سکے۔ 13 مئی کو بھارت نے دو اور ایٹمی دھماکے کر دیئے جس سے پاکستان مزید دباؤ میں آ گیا اور ساتھ ہی ہماری 24 سالہ شبانہ روز محنت کو آزمانے کا بھی وقت آن پہنچا۔ ڈاکٹر اشفاق احمد چیئرمین اور ڈاکٹر ثمر مبارک دوبارہ وزیراعظم سے ملے اور جوابی ایٹمی دھماکوں کے متعلق غور و خوض کیا گیا۔ وزیراعظم پر بے پناہ بین الاقوامی دباؤ تھا کہ جوابی ایٹمی دھماکے نہ کیے جائیں لیکن دوسری طرف پوری قوم کا یہ مطالبہ تھا کہ بھارت کو مناسب جواب ملنا چاہیے جو کہ ایٹمی دھماکوں کی شکل میں ہوا۔ ادھر ہمارے دلوں میں یہ خواہش مچل رہی تھی کہ جس پراجیکٹ پر ہم نے چوبیس سال نہایت جانفشانی سے کام کیا ہے اس کو آزما ہی لیا جائے تو اچھا ہے تاکہ قوم کو پتا چل جائے کہ اس کے سائنس دانوں اور انجینئروں نے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہوا ہے۔

سامان کو اکٹھا کرنے اور پیک کرنے کا کام 12 مئی سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ مختلف ڈیزائنوں کے سات ایٹم بموں کا سامان اکٹھا کرنا اور انہیں چیک کر کے نہایت حفاظت سے پیک کرنا انتہائی محنت طلب اور جانفشانی کا کام تھا جسے کمیشن کے متعلقہ سائنس دانوں، انجینئروں، ٹیکنیشنوں اور ڈرائیوروں نے 24 گھنٹے کام کر کے بطریق احسن پورا کیا۔

ایڈمنسٹریشن اور اکاؤنٹس والوں نے حسب معمول انتہائی تعاون کیا اور کسی مرحلے پر کوئی رکاوٹ سامنے نہ آنے دی۔ سیکورٹی سٹاف کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑھ گئیں اور انہوں نے فوج کے تعاون سے آخر تک اپنے فرائض کو خوب نبھایا۔ غرضیکہ ہر شخص نے اپنا مورچہ سنبھالا ہوا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ قوم نے چوبیس سال تک جس کام کی ذمہ داری دے رکھی تھی اس کی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کا اب وقت آ گیا ہے۔

کچھ سامان ٹرکوں کے ذریعے کوئٹہ پہنچایا گیا اور زیادہ حساس سامان سی 130 جہاز کے ذریعے کوئٹہ پہنچا۔ چاغی میں کام کرنے والی ٹیم بھی سی 130 جہاز سے ہی کوئٹہ پہنچی۔ جبکہ کچھ حضرات بذریعہ پی آئی اے گئے۔ کوئٹہ سے یہ سامان پانچ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے دالبندین پہنچا جہاں سے سامان کو الگ الگ کر کے دو مختلف سائٹس پر ٹرکوں کے ذریعہ بھیجا گیا۔ ایک سائیٹ راس کوہ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی کے نیچے تقریباً" ایک کلو میٹر سرنگ کھود کر بنائی گئی تھی جبکہ دوسری سائیٹ صحرا کے اندر بارہ فٹ قطر کا تقریباً" 800 فٹ گہرا کنواں تھا جس کو مزید 300 فٹ افقی سمت میں لے جایا گیا جیسا کہ انگریزی کا حرف ایل "L" ہوتا ہے۔

تمام لوگوں نے دونوں سائٹس پر انتہائی مشکل حالات میں جبکہ درجہ حرارت 52 ڈگری سے بھی زیادہ ہوتا تھا، انتہائی جانفشانی سے کام کیا۔ روزانہ اٹھارہ گھنٹے کام ہوتا اور بعض اوقات دورانیہ اس سے زیادہ بڑھ جاتا۔ رات کو آرام کرنے کی کوئی خاص جگہ نہ تھی جہاں سینگ سماتے وہیں کمر سیدھی کر لی جاتی۔ ایک دو بار انتہائی خطرہ (Red Allert) کا سگنل ملا مگر وہاں اپنی جان کی کس کو پروا تھی۔ وہاں تو لوگ اپنی دھن میں مست اپنے کام میں جتے ہوئے تھے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ انتہائی نامساعد حالات میں انتہائی مشکل اور پیچیدہ کام کرتے ہوئے نہ ہی کوئی بیمار ہوا اور نہ ہی کوئی خاص ٹیکنیکل مسئلہ کھڑا ہوا۔ سب کام پوری روانی سے ہوتے رہے۔ 27 مئی کی شام کو ڈاکٹر ثمر نے وزیراعظم سے اگلے روز دھماکہ کرنے کی اجازت چاہی جو دے دی گئی۔ 28 مئی کو پو پھٹنے سے پہلے ہی سرنگ سے باہر کا سارا سامان سمیٹنا شروع کر دیا اور فائرنگ سسٹم کی بھی آخری چیکنگ شروع کر دی گئی۔ دوپہر تقریباً" اڑھائی بجے ڈاکٹر اشفاق احمد اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان، جنرل ذوالفقار کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے۔ تین بجکر سولہ منٹ پر اٹامک انرجی کے ایک سینئر سائنس دان نے دس کلو میٹر سے فائرنگ کا

بقیہ صفحہ نمبر 23 پر ملاحظہ فرمائیں

نیا زمانہ

ہارون الرشید

خیالات میں ربط نہیں اور احساسات میں یکسوئی نہیں ہے۔

سات دن کے بعد' نصف شب کی خاموش تنہائی میں لکھنے بیٹھا ہوں اور لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

اندر' باہر ہر چیز درہم برہم ہے۔

سات دن پہلے میں راولپنڈی سے کلر کہار کے لئے روانہ ہوا' جس کے نیلے پانیوں والی جھیل نے ظہیر الدین بابر کے قدم روک لئے تھے' جو فرغانہ کی وادیوں میں جیا تھا۔ جسے آب رواں کے نظارے اور سرسبز منظر بے تاب کرتے تھے۔

لیکن میری منزل کلر کہار کی جھیل سے پندرہ کلو میٹر ادھر تھی------ ملک محمد اکرم کا دارالعرفان۔ راہ سلوک کے مسافروں کی سرائے' جہاں وہ اپنے طویل قامت اور بلند عزم شیخ کی رہنمائی میں ذکر و فکر کے مرحلوں سے گزرتے ہیں' قطاروں میں بیٹھتے اور لنگر کا سادہ سا کھانا کھاتے ہیں۔ حسد' بغض' نفرت اور ریاکاری سے نجات کے قرینے سیکھتے ہیں۔ مسجد کے فرش پہ راتیں گزارتے ہیں اور پھر اپنے کلاہ پوش اور رزم آرا سردار کا خطاب سنتے ہیں۔

اپنی آواز میں ہیجان پیدا کئے بغیر وہ ہموار لہجے میں پکارتا ہے کہ خانقاہ منزل نہیں ہے' سفر کا ایک پڑاؤ ہے اور رسم شبیری عبادت گاہوں میں نہیں' ان سے باہر نکل کر میدانوں میں ادا کی جاتی ہے---- "پورا اسلام" وہ یاد دلاتا ہے "پورا اسلام"---- تمہاری نمازیں اور تمہارے روزے تو بس تمہارے لئے ہیں' لیکن اگر ظلم برپا ہے اور بے بسوں پر زندگی نامہربان ہے تو تمہارے زہد و تقویٰ سے زمین کو اور اس پر بسنے والی مخلوق کو کیا حاصل ہوا؟۔

ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ جیسے ہی پاکیزہ ہوا اور خوشگوار موسم کے اس دیار میں پہنچا تو میں نے خود کو سارے تفکرات سے آزاد دیکھا---- جناب نسیم بیگ نے ایک دن اسلام آباد میں اپنے گھر کے چمن میں رک کر کہا "گلاب کے ان پودوں میں سے ہر ایک پر ہزاروں بار درود پڑھا گیا"۔ بس ایک ساعت میں آشکار ہو گیا کہ اس گھر میں اتنا درد کہاں سے آگیا اور ایسا بے کراں سکون کیسے طلوع ہوا۔

سہ پہر کو ملک صاحب شکار کے لباس میں نمودار ہوئے۔ اپنے پیشے کے نامور ماہرین ڈاکٹر چیمہ اور ڈاکٹر عظمت کی خوشگوار ہمراہی میں' ہم پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے اور تین گھنٹے تک وسط میں بہتے نیلگوں چشمے کے دونوں طرف کی اٹھانوں پر بھٹکتے رہے۔

ملک صاحب نے دل ہلا دینے والا انکشاف کیا کہ ان کے کولیسٹرول کی سطح 730 ہو گئی ہے اور معالج حیران ہیں کہ وہ زندہ کیسے ہیں۔ 69 سالہ آدمی شوگر کا مریض بھی ہے اور ان گنت ذمہ داریاں اسے الجھائے رکھتی ہیں۔ تعجب کی بات ہے تو یہ ہے کہ وہ اس کے باوجود کھلاڑیوں کی سی بشاشت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے------ خوف؟ خوف کا تو ذکر ہی کیا' میں نے انہیں اوہام اور اندیشوں سے بھی دور پایا---- یہ اللہ کے ذکر کے سوا اور کس چیز کا کرشمہ تھا۔ ذات اور دنیا کے غم اس چار دیواری میں داخل نہیں ہوتے۔

تین گھنٹے کی تھکا دینے والی سیر میں دنیا کے ہر موضوع پر تبادلہ خیال ہوا۔ ملک صاحب کی شخصیت کا سب سے چونکا دینے والا پہلو ان کی خوش مزاجی ہے۔ کوئی بوجھ اور بیماری انہیں بددل نہیں کرتی۔ تاریخ کے موضوعات ہوں' قرن اول کے مباحث' تصوف کے گزرے زمانوں کے کردار یا سیاست کی باریکیاں' وہ خوش دلی سے رائے دیتے ہیں' قطعیت کے لہجے میں بات کرتے ہیں لیکن جہاں تماں غلطی کا گمان ہو' زور دے کر کہتے ہیں "میری رائے غلط ہو سکتی ہے"۔

وہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ ہیں' ایک کامیاب کاروباری' سیاسی تنظیم الاخوان؟ کے سربراہ' ایک قادر الکلام خطیب----- اور اصرار ان کا یہ ہے کہ محض عبادات کی پابندی

سے کوئی مسلمان پورا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اسے ظلم کرنے سے بچنا اور ظالموں کے خلاف لڑنا ہوگا۔ وہ کہتے ہیں قلب روشن نہیں ہو سکتا اگر ذکر کو شعار نہ کیا جائے۔ وہ اپنی رائے ٹھونسنے کی کوشش نہیں کرتے خوش دلی سے مباحثے پر آمادہ رہتے ہیں۔ وہ سوالات کا جواب دینے میں مسرت محسوس کرتے ہیں' خواہ گفتگو کتنی ہی دیر تک جاری رہے' وہ ماحول کو شگفتہ رکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔

وہ تعویذ دیتے ہیں لیکن اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے گاہے کوئی عقیدت سے ہاتھ چوم لیتا ہے لیکن وہ اس پر ملال کا اظہار کرتے ہیں۔ میں نے مسجد کے صحن میں ان گنت فوجی افسروں' زمینداروں' مشہور معالجوں اور اساتذہ کو دیکھا اور چار دن کے اس مشاہدے پر حیران ہوتا رہا کہ ان میں سے کوئی آدمی اہم ہے اور نہ غیر اہم۔

میں نے ان کے مریدوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ غیبت نہیں کرتے اور کج بحثی سے گریز کرتے ہیں۔

چھ گھنٹوں پر پھیلی دو طویل گفتگوؤں میں' میں نے ان سے اپنے دل کا حال کہا اور ان گنت سوالات دریافت کیے۔ کتنی ہی گرہیں کھلیں اور عقدے کشا ہوئے۔ اب مزاج ایسا نہیں کہ آسانی سے عقیدت پال لوں لیکن ایک لمحہ ایسا بھی آیا کہ کرسی سے اتر کر فرش پر بیٹھنے کو جی چاہا لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا۔ ملک صاحب آنکھوں میں ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی سے کچھ نہیں کہتے لیکن اللہ کے فضل سے یہاں کا ماحول ایسا ہے کہ آنے والے کم ہی لوٹ کر جاتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے سامان سفر باندھا تو دل کو بوجھل پایا۔

ان کے صاحب زادے مجھے چکوال تک چھوڑنے گئے حالانکہ خود بھی علیل تھے۔ اسلام آباد واپس پہنچا تو سرسبز شہر کی وسعتوں میں' میں نے خود کو آزردہ پایا۔ ملک صاحب کا ایک جملہ سارا وقت تعاقب کرتا رہا "اس ملک کا مقدر اسلام ہے۔" لیکن انہیں غم تھا کہ مذہبی جماعتیں اور شخصیات الا ماشاء اللہ عزم وارادے اور اخلاص وتہور سے محروم ہیں۔ ہر بار جب وہ یہ موضوع چھیڑتے تو ان کے زخم ہرے ہو جاتے۔

مجھے انہوں نے بھنور میں چھوڑ دیا۔

کہا' بے نظیر کئی برس سے ملاقات کا وقت مانگ رہی ہیں لیکن جی آمادہ نہ ہو سکا' پھر بھٹو خاندان کے بارے میں بعض عجیب وغریب انکشافات کئے' نواز شریف کا ذکر آیا تو بتایا وہ اسی کمرے میں تشریف لائے تھے۔ حصول اقتدار کے لئے دعا پر اصرار کیا تو میں نے جواب دیا میں تمہارے لئے کیوں دعا کروں۔ اپنے لئے کیوں نہیں؟

اقتدار کی دعا؟ میں نے حیرت سے پوچھا فرمایا' اللہ کے رسول ﷺ مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے پروردگار صدق سے وابستہ اپنے اور اپنے لئے مددگار قوت (سلطانا نصیرا) کی آرزو کی تھی۔

میں نے عرض کیا' بے نظیر تو ایک گئی گزری خاتون ہیں۔ فرمایا' نواز شریف بھی اس سے کم نہیں۔ صرف اپنے کلچر کے غیر معمولی فرق کی وجہ سے تمہیں عجیب لگتی ہیں۔ ضیاء الحق کی ناکامیوں کا ذکر کیا لیکن ان کا نام احترام سے لیا کہ وہ ایوان اقتدار میں معذرت کے بغیر اسلام کا نام لیتے تھے پھر کہا' ضیاء الحق نے زندگی ہی میں نواز شریف کو جانشین بنا دیا تھا۔ اور یہ بات خود مجھ سے کہی تھی۔ اب نفاذ اسلام اس کی ذمہ داری ہے لیکن وہ ادھر ادھر ٹاک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ ایک بار پھر کہا اسلام پاکستان کی تقدیر ہے لیکن پھر مسرت سے بولے۔ کاش ہم اپنی زندگیاں اس نور کو طلوع ہوتے دیکھ سکیں۔ کاش اللہ ان حکمرانوں ہی کو ہدایت بخش دے۔

کہا..... میں نے فاروق لغاری کو پارٹی بنانے سے منع کیا

تھا۔ اس نے بہترین وقت کھو دیا۔ عبوری عہد میں اسے بے ریا اور بے رحم احتساب کرنا چاہئے تھا۔ میں نے عرض کیا' کیسے کرتا' ملک صاحب' وہ تو امریکہ سے اجازت مانگتا رہا بلوچ سردار کا عالم یہ ہے کہ اس نے ایٹمی دھماکوں کی مخالفت کی آخر کس کے لئے؟

اتنے بڑے آدمی اور ایسی باطن کو بدل ڈالنے والی تحریکیں چند دنوں میں سمجھی نہیں جا سکتیں یہ تاریخ کا عجیب منظر ہے کہ ایک صوفی' سیاست کے میدان میں اترا ہے اور اس کے زمین و آسمان بدل دینا چاہتا ہے۔

کیا وہ اس ملک کو بدل ڈالنے میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کرے گا جب آنے والے دنوں میں ہر چیز زیر و زبر ہو جائے گی؟۔

میں نہیں جانتا لیکن راہ سلوک کے اس مسافر نے میرے دل کو زیر و زبر کر ڈالا۔

خیالات میں ربط نہیں اور احساس میں یکسوئی نہیں۔ لکھنے لکھانے کو جی نہیں چاہتا اور باہر سے زیادہ اندر کے طوفان الجھائے رکھتے ہیں۔

ایک بات تو آشکار ہے کہ ہم ایک نئے زمانے کی دہلیز پر کھڑے ہیں اور تاریخ کروٹ لینے والی ہے۔ حاضر موجود سے بیزاری بڑھ رہی ہے اور ہمارے محترم قائداعظم ثانی اس طوفان کے پانیوں پر تنکے کی طرح تیر رہے ہیں۔

ملک صاحب! سحر کے انتظار میں ابھی بھی کتنا دکھ جھیلنا ہے؟

(بشکریہ روزنامہ اساس)

بقیہ صفحہ 20 سے آگے

بٹن دبایا اور اس کے 45 سیکنڈ بعد زمین زلزلہ سے لرز اٹھی۔ راس کوہ کی سب سے اونچی سیاہی مائل بھوری چوٹی بالکل سفید ہو گئی اور اس کے ساتھ ساتھ باقی پہاڑ بھی تقریباً" چھ سات کلومیٹر تک سفید ہو گیا۔ فضا نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی اور لوگ فرط جذبات سے رو رو کر ایک دوسرے کے گلے ملنے لگے اور اس اثناء میں ہم کیا دیکھتے ہیں کہ سفید پہاڑ پیلا ہونا شروع ہو گیا اور اس کے چند منٹ بعد وہ اورنج ہو گیا اب پہاڑ کو دیکھنے کی فرصت کس کو تھی۔ صبح سے بھوکے پیاسے تھے اب کچھ کھانے پینے کا ہوش آیا۔ لیکن وہاں تو سوائے چند بسکٹ کے ڈبوں اور پانی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

جس وقت سارے ملک میں خوشی سے مٹھائیاں بانٹی جا رہی تھیں ہم بالکل خالی پیٹ تھے۔ بہرحال ایک اور مقام پر جا کر نہائے دھوئے اور جی بھر کر رات کا کھانا کھایا۔ اس فخر کے ساتھ کہ اب پاکستان اللہ کے فضل سے دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت بن چکا ہے۔

29 مئی کو ڈاکٹر ثمر اور ان کی ٹیم کے سینئر ارکان دوسری سائیٹ پر چلے گئے جہاں پہلے ہی کام تقریباً" مکمل ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر ثمر نے کنویں کی بھرائی انتہائی تیزی سے کروائی اور 30 مئی کو 11 بجکر 55 منٹ پر ایک اور ایٹمی دھماکہ کرکے پاکستان کے ساتویں ایٹمی قوت ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی گئی۔

اسلام حق ہے اور حق اسلام

عبدالرشید مرحوم

فرمان الٰہی ہے واِنَّا انزلنا علیک الکتٰب للناس بالحق تحقیق نازل کیا تم پر کتاب کو لوگوں کے لئے ساتھ حق کے۔ اسلام نام ہے کتاب وسنت پر ایمان لانے کے بعد اس پر عمل کرنے کا۔ اس کے ساتھ کسی قسم کا نظریاتی سابقہ یا لاحقہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اسلام بس اسلام ہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نام کو خود ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا۔ اسلام کے لئے جو بات کہی جائیگی وہ درحقیقت قرآن مجید کیلئے ہی ہوگی۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام عین جمہوریت ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ قرآن حکیم عین جمہوریت ہے اور اس طرح جمہوریت کو قرآن حکیم کی مثل قرار دے رہے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ اگر تمام انس وجن مل کر بھی قرآن مجید کی مثل کوئی کلام لانا چاہیں تو نہیں لاسکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ پس جمہوریت کیسے قرآن مجید کی مثل ہوسکتی ہے یہ تو نہ صرف اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب ہے بلکہ قرآن حکیم جو ایک لاثانی کتاب ہے اس کے مرتبہ کو گھٹانے کی موجب ہے۔ اس کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ خالق کائنات کی ذات صفات اور کلام کے ساتھ کسی مخلوق کی ذات' صفات اور کلام کی مشابہت بیان کرنا شرک کی حدوں کو چھونے کے مترادف ہے۔ جمہوریت تو ایک طرز حکومت ہے جبکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات' جمہوریت کی حقیقت تو یہ ہے کہ انقلاب فرانس سے پہلے حکمران مذہبی طبقہ سے مل کر مزدوروں اور کسانوں کا استحصال کرتے تھے کہ انہوں نے کامیاب انقلاب کے بعد اپنی حکومت قائم کرلی جس کا نام انہوں نے Democrtic state رکھا۔ جمہوری حکومت یعنی لوگوں کی حکومت لوگوں پر لوگوں کے لئے اس نظریہ نے مذہب کو حکومت سے الگ کردیا اس طرح ان کی تمام سرگرمیاں اس جہان فانی کی زندگی تک محدود ہوکر رہ گئیں۔ اسلام کے نزدیک تو مذہب حکومت ہے اور حکومت مذہب۔ اسلامی حکومت کے تمام قوانین حدود شریعت کے اندر ہونگے جن پر کارپردازان حکومت خود بھی عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی ان کی پابندی کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ اسلام میں آمر مطلق قادر مطلق کی ذات بابرکات ہے جب کہ جمہوریت میں اکثریتی پارٹی کو یہی آمر مطلق کا درجہ حاصل ہے اسلام سب لوگوں کو متحد کرکے ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتا ہے اور جمہوریت لوگوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کرتی ہے جو آپس میں دست وگریباں رہتی ہیں۔ اسلام کسی گناہ کے کام کو جائز قرار نہیں دیتا جب کہ جمہوریت اکثریتی پارٹی کی مرضی سے گناہ کے کام کو بھی جائز قرار دے سکتی ہیں۔ ان متضاد نظریوں کے ہوتے ہوئے جمہوریت کو کیسے عین اسلام قرار دیا جاسکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اسلامی جمہوریت ان سب برائیوں سے پاک ہوگی اور جو اس کو عین اسلام کہا جارہا ہے وہ اس کی خوبیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جارہا ہے یہ تو اصطلاحی معنوں میں استعمال کیا جارہا ہے کسی کو کہہ دیا جائے کہ تم شیر ہو مراد یہ ہے کہ تم شیر کی طرح بہادر ہو اس کی جسمانی ساخت کا بیان کرنا مطلوب نہیں ہوتا بس اسی طرح ہم ان خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے جو اسلام کی مثل جمہوریت میں پائی جاتی ہیں جمہوریت کو عین اسلام کہہ رہے ہیں کسی اور قسم کی مشابہت پیش نظر نہیں ہوتی لیکن سوچئے تو جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یار تم تو شیر ہو تو ایک مخلوق کی صفت کی مشابہت کسی دوسری مخلوق کی اس جیسی صفت کی مشابہت سے کر رہے ہوتے ہیں جو درست ہے لیکن جب ہم جمہوریت کی خوبیوں کو اسلام یعنی قرآن مجید کی خوبیوں سے موازنہ کر رہے ہوتے ہیں تو خالق کی عطا کی ہوئی خوبیوں کو مخلوق کی بناوٹی خوبیوں سے تشبیہ دے رہے ہوتے ہیں۔ جو ناجائز ہے اور شرک کی حدوں کو چھونے کے مترادف ہے۔ کلام الملوک' ملوک الکلام' یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کا حکم جمہوری ادارے کا فیصلہ یہاں تک کہ امیر لشکر کا حکم بھی جو شریعت کی حدود سے باہر ہو کسی مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا گناہ ہے۔ ایک امیر لشکر نے

دو مجاہدین کو حکم دیا کہ تم آگ میں کود جاؤ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم سے گناہ تو سرزد نہیں ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر تم ایسا کرتے تو قیامت تک آگ میں جلتے رہتے کیونکہ آگ کی سزا کا اختیار اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے اور امیر لشکر کا حکم شریعت سے مطابقت نہیں رکھتا تھا آپ اگر اس پر عمل کرتے تو گنہگار ہوتے۔ نظریہ ضرورت کے مطابق جمہوریت اگر کچھ مدت کے لئے نظام سود کو ملک میں جاری رکھنا چاہتی ہے جب کہ اسلام اس کو مطلق حرام قرار دے چکا ہے تو ہمیں بہرحال اسلام کی بات ماننی پڑیگی اور جمہوریت کو چھوڑنا ہوگا اور اگر جمہوریت بھی سود کو حرام قرار دیتی ہے تو یہ ایک فالتو سی بات ہوگی جس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بہرحال دونوں صورتوں میں اسلام اس سے کوئی استفادہ نہیں کر سکتا اس لئے بھی جمہوریت کو عین اسلام کہنا لاحاصل ہے اور وقت کا ضیاع۔ ہاں اگر سربراہ مملکت اپنی صوابدید کے مطابق صرف حکومت کے انتظامی امور میں جمہوریت سے کوئی استفادہ کرنا چاہے تو اس کو اختیار ہے کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرکے صرف اور صرف انتظامی امور میں ایسا کر سکتا ہے جس طرح کسی باغ کا مالک اپنے باغ کی حفاظت کے لئے یہ اشتہار لکھ کر لگا دے کہ پھل پھول توڑنا منع ہے اور اگر اس بات سے اس کا مقصد حاصل ہو جائے تو بہت اچھا ورنہ اس کو چوکیدار مقرر کرنا پڑیگا یہ اقدام بھی تسلی بخش ثابت نہ ہو تو اس کو باغ کے گرد چار دیواری کھڑی کرنا ہوگی اور اگر اس سے بھی کام نہ چلا تو لٹھ بردار پاسبان مقرر کرنے ہونگے جو دور ہی سے کسی کو باغ کے نزدیک نہ آنے دیں۔ یہ سب کام شریعت کی حدود کے اندر ہیں۔ لیکن اگر وہ پھل پھول توڑتے ہوئے دیکھ کر گولی کا نشانہ بنا دے تو چونکہ اس کا یہ اقدام شریعت کی حدود سے تجاوز ہے اس لئے اس کو سزا ملے گی۔ حکومت کے حوالہ سے حجاج بن یوسف کی مثال دی جا سکتی ہے جو ایک سخت گیر حکمران تھا ایک دن وہ اپنے بیٹے کو گود میں لے کر پیار کر رہا تھا کہ بچہ نے اس کی داڑھی کو ہاتھ لگا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس بچہ کو فوراً پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی لیکن بچہ کو پھانسی نہ دی گئی کہتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ جتنے لوگ اس نے ایک سال میں مروائے تھے اس سے زیادہ لوگ ایک سال میں اس کے مرنے کے بعد آپس میں لڑ جھگڑ کر مرے، اسلام نے اس کی حکمرانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ اس کے عہد میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا تھا۔ اسی طرح اگر انتظامیہ میں جمہوریت سے استفادہ کرکے اسلام کو فروغ حاصل ہو تو اسلام کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں۔ انتظامیہ سے عدلیہ کو الگ کرنے کے بعد ہی جمہوریت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ اگر دینی امور میں جمہوریت سے استفادہ کیا گیا تو ایسا کرنے والا کافر ظالم یا فاسق ہوگا سورۃ مائدہ کی آیات بما انزل اللہ کے مطابق جمہوریت کو سختی سے انتظامی امور تک محدود رہنے دیا جائے۔ اور مذہبی امور میں اس کا تصور بھی نہ کیا جائے زیر و زبر کا فرق بھی اگر اس کی وجہ سے دینی امور میں ہوا تو یہ حکومت اسلامی کہلانے کی مستحق نہیں رہے گی۔

افسوس کہ کلمہ طیبہ والا نعرہ چھوڑ کر پاکستان کے قیام کے بعد جمہوریت عین اسلام ہے اور اسلام عین جمہوریت ہے کا نعرہ بلند کیا گیا جس میں ہمارے علماء کرام بھی شریک ہوگئے اور یہی ان کا کردار پاکستان میں نفاذ شریعت کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ سب خرابیوں کا باعث بھی علماء کرام کا اس غیر شرعی نعرہ میں حکومت کا ہم نوا ہونا ہے جب حکومت نے یہ کہا کہ پاکستان کا قیام جمہوریت کا مرہون منت ہے اس لئے نفاذ نظام شریعت بھی جمہوریت کے واسطہ سے ہوگا۔ تو ہمارے علماء بھی اس بات پر رضامند ہو گئے' اور یہی ان کی غلطی آج تک نظام شریعت کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے سب جانتے ہیں کہ پاکستان کا قیام دو قومی نظریہ تسلیم کرنے کے بعد اسلام کے نام پر ہوا تھا نہ کہ جمہوریت کے باعث جمہوریت تو انگریز کا اپنا قانون ہے اس کے ذریعہ شریعت کا نظام کیونکر نافذ ہو سکتا تھا اسلامی نظام تو ہمارے عقیدے اور ایمان کا حصہ ہے۔ جس طرح نماز اور حج زکواۃ۔ ان کے مسائل کتاب وسنت کے حوالہ سے ہی حل کئے جا سکتے ہیں جو ہمارے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتے ہیں اسی طرح نفاذ نظام شریعت کے مسائل بھی کتاب وسنت کے حوالہ سے حل ہو سکتے ہیں۔ علماء اسلام کو نفاذ نظام شریعت کا اہتمام خود اپنے

ہاتھ سے کرنا چاہئے تھا۔ حکومت کے تعاون سے اسلامی مشاورتی کونسل قائم کرلی جاتی جس میں اکتیس علماء جنہوں نے بائیس نکات مرتب کئے تھے شامل کرلئے جاتے جس میں دیگر علماء، مشائخ، بالغ النظر سیاست دان اور اسلامی ذہن رکھنے والے وکلاء بھی شامل ہو جاتے۔ یہ لوگ پاکستان کے تمام قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالتے اور اپنی سفارشات کے ہمراہ قانون ساز اسمبلی کو بھیجتے۔ وزارت مذہبی امور سے تصدیق ہونے کے بعد قانون ساز اسمبلی ان سفارشات کو قانونی شکل دیتی۔ وفاقی شرعی عدالت میں ہر امت مسلمہ کے فرد کو ان قوانین کو چیلنج کرنے کا اختیار دیا جاتا جس کی حتمی اپیل وفاقی سپریم کورٹ کی شرعی بنچ کو دی جاسکتی اس طرح نفاذ شریعت کا آغاز کبھی کا ہو چکا ہوتا اور پاکستان کی یہ زبوں حالی دیکھنے میں نہ آتی۔ نہ پاکستان دو ٹکڑے ہوتا اور نہ آج بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہوتا۔ یہ سب کچھ جمہوریت عین اسلام کے طاغوتی نعرہ لگانے کا نتیجہ ہے جس کی کتاب وسنت میں کہیں بھی تاکید اور تائید نہیں ملتی۔

کچھ عرصہ کے بعد حکومت نے ایک قرارداد مقاصد منظور کی جس کی رو سے پاکستان کے ہر دستور میں اس امر کو ریاست کی بنیادی ضرورت اور ذمہ داری قرار دیا گیا کہ یہاں کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حیثیتوں سے قرآن اور سنت کی تعلیمات اور ان کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کو قابل عمل بنائے گی۔ لیکن جب اس قرارداد کا کوئی مثبت اثر نہ ہوا تو کافی عرصہ کے بعد یہ قرارداد آئین پاکستان کے متن میں شامل کی گئی۔ اس قرارداد کی بنا پر سپریم کورٹ میں آئین پاکستان کی غیر اسلامی شقوں کو ہدف کرنے کی درخواست کی گئی تو عدالت نے یہ موقف اختیار کیا کہ چونکہ اس کے نزدیک آئین کی تمام شقیں ایک جیسی اہمیت کی حامل ہیں اس لئے کسی ایک شق کی بناء پر دوسری شقوں کو ہدف نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک کہ اس شق کو بالادستی حاصل نہ ہو۔ اب اخباروں میں اس قسم کی خبریں آنے لگیں کہ حکومت کے زیر غور پاکستان کے آئین کے متن میں ایک ایسی شق کا اضافہ کرنا ہے جس کی رو سے احکام الٰہی کو سب قوانین پر بالادستی حاصل ہوگی یہ بات تو تحصیل حاصل ہے۔ احکام الٰہی کو تو روز ازل سے بالادستی حاصل ہے۔ ارشاد ہوا کن تو ساری کائنات وجود میں آگئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے جو آگ روشن کی گئی تھی اسے حکم ہوا کہ "اے آگ تو ٹھنڈک ہو جا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور سلامتی۔ آگ نے فوراً" حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے جلانے کا قانون فطرت معطل کردیا"۔ شق ان الفاظ کے ساتھ پاکستان کے آئین میں اضافہ کی جانی چاہئے تھی "احکام الٰہی کے مطابق جو قوانین وضع کئے جائیں گے ان کو باقی تمام قوانین پر بالادستی حاصل ہوگی اور کوئی قانون بھی حدود شریعت سے باہر نہیں ہوگا"۔ غرض جمہوریت کے حوالہ سے نظام شریعت کے نفاذ کا انجام ہم نے دیکھ لیا۔ سینتالیس برسوں میں نفاذ نظام شریعت کے لئے لوگوں کا وہ جوش وخروش ہی نہیں رہا جو شروع میں دیکھنے کو آتا تھا۔ اصل میں شروع میں چوروں کی تعداد بہت کم تھی اور اب تو پورا معاشرہ ہی اس کی لپیٹ میں آگیا ہے جو نہیں چاہتے کہ کوئی ایسا قانون بن جائے جس کی رو سے چور کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ اس کا باعث بھی جمہوریت ہی ہے کہ قوم دن بدن زوال پذیر ہو رہی ہے۔ اگر کبھی نفاذ نظام شریعت کے لئے کوئی تحریک چلتی بھی ہے تو شیطان فوراً" ہمارے قائدین کو اسمبلی کی سیٹیں حاصل کرنے کے چکر میں ڈال دیتا ہے اور اس طرح خلوص میں کمی آجاتی ہے۔ اب شیطان آسانی سے گھسیٹ کر دوزخ کے کنارے ان کو لے جا کھڑا کرتا ہے۔ شیطان نے کہا تھا کہ اے رب العزت میری دسترس سے صرف تیرے مخلص بندے ہی بچیں گے۔ یہ وعدہ وہ پورا کر رہا ہے۔ جمہوریت نے اس کا کام آسان کردیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی تحریک بھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس لئے جمہوریت کو ہمیں خیرباد کہنا ہی پڑیگا اور اس کی جگہ شورائی نظام لانا ہوگا۔ ورنہ اقلیت اپنے سرمایہ کے بل بوتے پر حکومت کرتی رہے گی اور گھسیارے کا بیٹا گھسیارا ہی رہے گا۔

علماء کرام کو دین کی بات سمجھانا تو سورج کے سامنے چراغ جلانے کے مترادف ہے۔ سورۃ الانعام مبارکہ میں غور فرمائیں اور دیکھیں کہ کیا اس سے جمہوریت کی نفی نہیں ہوتی ہے "اگر تو کہا مانے گا اکثر ان لوگوں کا جو دنیا میں ہیں کہ تجھ کو بہکا دیں گے اللہ

کی راہ سے وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر اور سب اٹکل دوڑاتے ہیں" یہ بات آپ پر رکھ کر دوسروں کو سنائی۔ اب کیسے کہا جا سکتا ہے کہ عوام کی قوت ہمارے لئے سرچشمہ ہے۔ قرآن حکیم کی عظمت کا خیال کئے بغیر کوئی اس مقدس کتاب کو قانون کی کتاب کہہ رہا ہے اور کوئی اسے جمہوریت کی مثل قرار دے رہا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ جس میں احکام الٰہی درج ہیں جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر 22 سال 2 ماہ ار 22 دنوں میں نازل ہوئے۔ جن کے مطابق ہمیں قانون وضع کرنے کا اعزاز بخشا گیا ہے لیکن افسوس کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کا بجائے شکریہ ادا کرنے کے جمہوریت کے واسطہ سے قانون سازی کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ "تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو"۔ قرآن حکیم کو قانون کی کتاب قرار دینا اس کی عظمت کو گھٹانے کے مترادف ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ احکام صادر فرماتا ہے لیکن قانون خود انسان وضع کرتا ہے۔ سرچشمہ آب کو کیونکر نہر کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ نہر تو خود انسان بناتا ہے لیکن سرچشمہ آب تو قدرت کا عطیہ ہے۔ اس کے سامنے نہر کی کیا حقیقت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء حسنہ میں مقنن کا لفظ کہیں بھی نہیں ہے اور نہ ہی قانون کا لفظ قرآن حکیم میں استعمال ہوا ہے۔ ہمارے علماء کرام کو ان باتوں کا نوٹس لینا چاہئے۔ مگر جمہوریت نے خود ان کو گمراہی کے گڑھے میں ڈال رکھا ہے دوسروں کی راہنمائی وہ کیسے کریں گے۔ جس طرح ایک جھوٹ کو سچ کہنے کے لئے بہت جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اسی طرح ایک گمراہی کو سیدھا راستہ ثابت کرنے کے لئے بہت سی گمراہیوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے چنانچہ گذشتہ انتخابات کے نتیجہ میں جو ان کو شرمناک شکست ہوئی ہے اس کے متعلق ان کے بہانے ملاخطہ ہوں۔ کسی نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ کیا خوب! گزشتہ سینتالیس سالوں سے کیا آپ بار بار ایک ہی سوراخ سے نہیں ڈسے جا رہے۔ اس وقت آپ کو یہ حدیث مبارکہ یاد نہ تھی ایک طرف سے آواز آئی ہم پر عوامی دباؤ اس قدر نہیں تھا کہ ہم ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جاتے۔ کیا آپ کے پیش نظر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑ لو۔ ایک صاحب نے تو کمال ہی کر دیا۔ فرمانے لگے گناہ آخر گناہ ہی ہوتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ میں شریعت نے پھر کیوں فرق رکھا ہے۔ کیا نجاست غلیظ اور نجاست خفیفہ کے ایک جیسے احکام ہیں۔ یہ بہانہ سازیاں کچھ کام نہ آئیں گی جب دوزخی کہیں گے کہ یا اللہ ہمارے سرداروں اور وڈیروں نے ہمیں گمراہ کیا ان کو دوگنا عذاب دیجئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ سب کے لئے دوگنا عذاب ہے ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور صدق دل سے توبہ کر کے اپنے گناہوں کی تلافی کرنے کی اللہ تبارک وتعالیٰ سے توفیق مانگیں سب سے پہلے تو پاکستان کے آئین کے متن میں اس شق کو شامل کرائیں "احکام الٰہی کے مطابق جو قوانین وضع کئے جائیں گے باقی سب قوانین پر ان کو بالادستی حاصل ہوگی اور کوئی قانون بھی حدود شریعت سے باہر نہیں ہوگا"۔ اگر کوئی اس میں رکاوٹ پیدا کرے تو اس کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے کہ سورۃ المائدہ کی آیات بما انزل اللہ' والی کے مطابق وہ مسلمان رہا ہے یا نہیں اگر وہ مسلمان نہیں رہا تو اس کو اسمبلی کی مسلم نشست سے محروم کر دیا جائے۔ ہمیں امید ہے کہ کوئی مسلمان اس کی مخالفت نہیں کریگا۔ اور نہ ہی حکومت یہ جرات کر سکے گی۔ اب بغیر کسی قانونی پیچیدگی کے آئین پاکستان کی غیر شرعی شقوں کو حذف کر کے ان کی جگہ اسلامی شقیں لا سکیں گے اور سزا کے خوف سے لوگ جرم کرنے سے باز رہیں گے یہ تو ہوا نفاذ شریعت کا قانونی پہلو لیکن اصلاح معاشرہ بھی تو نفاذ نظام شریعت ہی کا حصہ ہے اس کی طرف توجہ دینے میں تو کوئی امر مانع نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے مطابق ہے اور قرار داد مقاصد بھی تائید کرتی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم کی بھی بجا آوری ہوگی۔ پس کس لئے اس نیک کام کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا۔ ابھی الیکشن کا اعلان ہو تو ان جماعتوں کا جوش و خروش دیکھئے لاکھوں روپے خرچ کر دیں گے لیکن اصلاح معاشرہ جس میں دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوتی ہے عملاً" خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ انسداد فحاشی و رشوت ستانی' ملاوٹ' ناروا مہنگائی' بھائیوں کی آپس میں دشمنی کا سدباب' اخلاق باختہ قوم کے لئے محلہ دار سطح پر

باختیار اصلاحی کمیٹیوں کا قیام غرض بہت سے فلاحی کام بھی تو نفاذ نظام شریعت ہی کا حصہ ہیں۔ دینی جماعتوں کو ضرور اس طرف میدان عمل میں آنا چاہئے۔ حکومت کی معاونت بھی ان کو حاصل ہوگی اور آپ کا وقار بھی بلند ہوگا۔ متقدمین علماء کی عزت اس لئے کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے علم کی خود قدر کی۔ خلیفہ وقت کے بیٹوں کو شاہی محل میں جاکر تعلیم دینے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے نہ کہ کنواں پیاسے کے پاس جاتا ہے۔ یہ اسی بات کا نتیجہ تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ شہزادے اپنے استاد کی جوتیاں اٹھائے اس کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اب تو علماء کرام پولنگ سٹیشن پر ایک زن بازاری کی سطح پر کھڑے دکھائی دیتے ہیں اور اس بات کا جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ انسان سب برابر ہیں انسان تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے سے برابر ہیں نہ کہ علم وفضیلت کے اعتبار سے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہوتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ معلوم ہوتا ہے جمہوریت نے ہمارے علماء کرام کو عزت نفس سے بھی محروم کر دیا ہے۔ ان سب باتوں کا علاج تو شورائی نظام کے قیام سے ہی ہوگا جس کے لئے ہم سب کو جہاد کرنا پڑے گا تاکہ فلاح دارین حاصل ہو۔ ترکی کے شاہ مراد نے ایک معمار کے ہاتھ اس لئے کٹوا دیئے کہ معمار نے اس کی منشا کے مطابق مسجد کی تعمیر نہ کی تھی۔ قاضی شہر نے شاہ مراد کے ہاتھ بھی کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے لیکن معمار نے شاہ مراد کو معاف کر دیا۔ یہ ہے اسلام کے نزدیک انسانی مساوات کا ایک نمونہ۔ یہ جو ہم ملک کی خستہ حالی دیکھتے ہیں اس کا باعث ہماری بدعہدی ہے کہ جس مقصد کے لئے پاکستان حاصل کیا تھا وہ مقصد ہم پورا نہیں کر سکے۔ مسجد کی تعمیر اس لئے کی جاتی ہے کہ لوگ اس میں باجماعت نماز ادا کریں۔ مسجد تو تعمیر ہوئے سینتالیس سال ہو گئے لیکن کوئی نمازی اس میں نہ آیا۔ اب مسجد نے تو ویران ہونا تھا۔ الو اور چمگادڑوں نے اس میں بسیرا کر لیا ہے اور کبھی کبھی گیدڑ بھی رات بسر کرنے کے لئے اس میں آجاتے ہیں اور گندگی بکھیر کر صبح کو چلے جاتے ہیں۔ علماء کرام کو مسجد آباد کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے تاکہ اس کی تعمیر کا مقصد حاصل ہو۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ عہد شکنی ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔

مدت کے بعد ایک دینی جماعت کی طرف سے ایک نحیف سی آواز سنائی دی ہے کہ وہ نفاذ شریعت کے متعلق اپنا پروگرام حکومت کو دے گی۔ سب سے پہلے تو اس کی حریف مذہبی جماعتیں ہی اس کی مخالفت کریں گی کہ کہیں عوام میں اس کی مقبولیت نہ بڑھ جائے۔ اگر ان کی دست برد سے بچ بھی گئے تو حکومت کے پاس سینکڑوں بہانے موجود ہیں اور بات نشستند' گفتند وبر خواستند سے آگے نہیں بڑھے گی۔ حکومت کو ایسی باتیں ہی وقت گزارنے کا ایک اچھا موقع فراہم کرتی ہیں۔ 1956ء کے آئین کو ان الفاظ میں اسلامی آئین قرار دیا گیا کہ اگرچہ اس میں کچھ سقم ہیں لیکن پھر بھی میں اس آئین کو اسلامی کہوں گا کیونکہ اس میں پاکستان کے تمام قوانین کو حدود شریعت کے اندر رکھنے کے لئے کہا گیا ہے لیکن اس دینی راہنما نے یہ سوچ لیا ہوتا کہ اسلامی آئین تو وہی ہوگا جو سو فیصد قرآن حکیم کے مطابق ہو اور جب کہ قرآن مجید میں کوئی سقم نہیں ہے تو پھر وہ آئین کیسے اسلامی کہلانے کا مستحق ہے جس میں سقم ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو جمہوریت عین اسلام ہے کا نعرہ لگانے کے لئے ایک دینی راہنما سے حمایت حاصل ہو گئی۔ کیونکہ 1956ء کے آئین میں جمہوریت کو بھی اپنایا گیا تھا اور آج بڑھتے بڑھتے اس کو اسلام کی روح اور عوام کی قوت کو اپنے لئے سرچشمہ قرار دیا جا رہا ہے۔ سچ ہے بڑے آدمیوں کی غلطیاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ اگر ہمارے علماء کرام ابھی تک یہ بات نہیں سمجھ سکے تو آیئے ایک دفعہ پھر اسلام اور جمہوریت کا موازنہ کئے دیتے ہیں۔

اسلام

(1) آمر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے حتی کہ نبی بھی آمر مطلق نہیں ہوتا اپنی مرضی کیخلاف آنحضرت نے جنگ احد مجاہدین کے مشورہ سے مدینہ کے باہر جا کر لڑی۔

(2) قانون سازی احکام الٰہی کے مطابق ہوتی ہے اور حزب اللہ

کہلاتی ہے۔

(3) دو جہانوں کی زندگیوں کو سنوارنے کی ہدایت دیتا ہے۔

(4) اسلام کے نزدیک مذہب حکومت ہے اور حکومت مذہب۔

(5) حفظ مراتب کا خیال رکھتا ہے گر حفظ مراتب نکنی زندقی

(6) صالحین کو برسراقتدار دیکھنا چاہتا ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرائیں اور خود بھی کریں۔

(7) لوگوں کو متحد کر کے پارٹی بناتا ہے۔

(8) گناہ کو مطلق حرام قرار دیتا ہے۔

جمہوریت

(1) آمر مطلق اکثریتی جمہوریت پارٹی ہوتی ہے حق اور باطل کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔

(2) قانون سازی لوگوں کی مرضی اور پسند کے مطابق ہوتی ہے اور حزب شیطان میں داخل ہے۔

(3) صرف اس جہاں فانی کو سنوارنے کی کوشش کرتی ہے۔

(4) مذہب کو حکومت سے الگ کر دیا گیا ہے۔

(5) گھوڑے اور گدھے کی قیمت یکساں مقرر ہے۔

(6) لوگوں کی حکومت لوگوں پر لوگوں کے لئے کے اصول پر عمل کرتی ہے۔

(7) پارٹی سسٹم پر قائم ہے۔

(8) اکثریت کی مرضی سے گناہ کو بھی جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

عوام سے گذارش ہے کہ انہوں نے کلمہ طیبہ والا نعرہ لگا کر لوگوں کو اسلام کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے پر آمادہ کیا تھا اور انہیں آگ اور خون کا دریا پار کر کے پاکستان آنا پڑا جس کے تصور سے آج بھی روح انسانی کانپ اٹھتی ہے ان شہدا کا خون بھی ہماری گردنوں پر ہے جس کی تلافی کے لئے جمہوریت کو خیرباد کہتے ہوئے شورائی نظام لائیں نیز آئین پاکستان کے متن میں مندرجہ بالا شق کا اضافہ کرائیں۔ جو لوگ جمہوریت کو عین اسلام کہہ رہے ہیں ان کا بائیکاٹ کریں۔ اور ان کی حوصلہ افزائی سے اجتناب کریں۔ حکومت سے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ عہد شکنی اس قسم کا گناہ ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی۔ اپنے پیش رو حکمرانوں کا انجام دیکھ لیں کہ کسی کو استحکام نصیب نہیں ہوا۔

پاکستان میں سربراہان حکومت ومملکت کا انجام

خاتمہ	دور حکومت
زبردستی مستعفی	5
برطرف	5
مستعفی ہوئے	7
برخواست	5
عدالت کے حکم پر علیحدہ	1
حادثہ میں فوت	1
صدر بن گئے	1
وفات پائی	1

اونچے اونچے محل اور مضبوط قلعے ایک گنہ گار قوم کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتے۔ نفاذ نظام شریعت کے لئے خلوص دل سے کام لیں حضرت امام جعفر رحمتہ اللہ علیہ نے خلوص سے دعا مانگنے پر ایک ڈوبتے ہوئے شخص کو ایک دن میں درویشی کی منزلیں طے کرا دی تھیں اور وہ پانی پر چل کر باہر آ گیا تھا۔ ہم سینتالیس سالوں میں اپنا مقصد کیوں حاصل نہیں کر سکے! خلوص کی کمی تو ہے۔

اب ایک نیا مذہبی طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو خود کو روشن خیال ترقی پسند کہہ کر دوسروں کو بنیاد پرست' مقلد اور ٹخنوں سے اوپر پائنچے رکھنے کو ہی اسلام سمجھنے والے مسلمان کہہ کر ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ انہیں قرآن حکیم کا مطالعہ کرنا چاہئے جس میں کسی کا تمسخر اڑانا کتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ قرون اولیٰ کی سی بود وباش جس کو خیر القرون کہا گیا ہے رکھنے والا مسلمان تو ہمارے لئے باعث عزت ہے اس میں آپ کا کیا بگڑتا ہے ایک شخص تو کل کی باسی روٹی صرف اس لئے کھاتا تھا کہ اس کو زمانہ کے لحاظ سے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ سے قربت کی نسبت تازی روٹی سے زیادہ ہوتی ہے۔ تقلید کی بات تو صرف اتنی ہے کہ جیسے ایک خام عقل بچہ اپنے باپ کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھتا ہے اور جب بغیر کسی

باقی صفحہ 35 پر ملاحظہ فرمائیں

طب نبوی ---- ذیابیطس

ڈاکٹر خالد غزنوی

اسلام کا اپنا نظام خوراک ہے۔ جو غذا کو ہر پہلو سے توجہ دینے کے بعد اسے تندرستی کی بقا کا ذریعہ بناتا ہے۔ اس نظام پر عمل کرنے والوں کو ذیابیطس کی بیماری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب بھوک لگے تو کھانا کھایا جائے اور جب تھوڑی سی بھوک باقی رہ جائے تو ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جو جسم میں نامناسب عناصر کا اجتماع ہی ہونے نہیں دیتا۔ مسلمان خانہ نشین اور سست نہیں ہو سکتا۔ اسے دن میں کم از کم پانچ نمازوں کے سلسلہ میں گھر سے باہر مسجد جانا ہے۔ جہاں اس نے تقریباً" آدھے جسم کو دھونا اور دانت صاف کرنا ہے۔ دانت صاف کرنے کی اضافی تاکید نہار منہ اور سوتے وقت کے لئے بھی موجود ہے۔ صبح کے دانت صاف کرنے کے لئے پیلو کی مسواک مقرر ہوئی۔ جو کہ مسوڑوں کی بیماریوں کی دوا بھی ہے۔

ذیابیطس کے ہزارہا مریضوں کے مشاہدات کے دوران معلوم ہوا کہ ان میں اکثر کے منہ میں خراب دانتوں کے باعث سوزش پائی گئی۔ جب اس کا علاج کیا گیا اور خراب دانت نکال دیئے گئے تو اکثر کی شکر ختم ہو گئی یا برائے نام رہ گئی۔ کرنل الٰہی بخش صاحب نے ایک مریض کو سمجھایا تھا کہ وہ کبابوں کو پیپ لگا کر کھا رہا ہے۔ جب پیٹ میں مسلسل پیپ جا رہی ہو تو تندرست رہنا ناممکن ہے۔ دن میں 21 مرتبہ دانت صاف کرنے اور مسواک کرنے والے کے دانت خراب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس طرح ذیابیطس کے تین اہم اسباب سستی' کاہلی' بسیار خوری اور خراب دانت خارج ہو جاتے ہیں۔ کویت کے محکمہ صحت نے پیلو کی شاخیں سکھا کر ان کا سفوف تیار کیا۔ پھر مسوڑھوں کی بیماریوں کے مریضوں کو مختلف ادویہ کے مقابلے میں یہ منجن دیا گیا۔ زیادہ تر مریض اسی سے شفایاب ہوئے۔

ہر مسلمان کو دوسروں کی بھلائی' اپنے روزگار' بیماروں کی عیادت اور مرنے والوں کی تعزیت کے لئے پیدل چلنا لازمی ہے۔ پیدل چلنے کو فروغ دینے کے لئے متعدد انعامات کا وعدہ بھی کیا گیا پھر یہ تاکید فرمائی کہ رات کے کھانے کے بعد پیدل چلنا ضروری ہے۔

نبی ﷺ کو دودھ پسند تھا۔ انہوں نے اسے متعدد بیماریوں میں دوا کے طور پر بھی تجویز فرمایا۔ مگر جب خود استعمال فرماتے تو اس میں اکثر پانی ملا لیتے تھے جس سے اس میں چکنائی کی مقدار کم ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ مجلس میں خواہش فرمائی کہ گندم کا آٹا دودھ میں گوندھ کر اگر اس کے پراٹھے کھائے جائیں تو کیسے مزے دار ہوں۔ اس کو سن کر جب ایک نیاز مند اگلے دن پراٹھے لے کر حاضر ہوئے تو نوش فرمانے پر توجہ نہ ہوئی۔ البتہ ثرید پر یا سالن نہ ہونے کی وجہ سے گھی کی معمولی مقدار مجلس میں سالن کے عوض استعمال فرمائی لیکن اپنے گھر میں سالن کی جگہ سرکہ یا کھجور کو پسند فرمایا۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ چکنائیوں کا استعمال پسند نہ فرماتے تھے۔ اور کبھی توجہ فرمائی تو ان کی مقدار کم سے کم رہی۔

شہد اور ذیابیطس

ذیابیطس میں شہد کے استعمال کا مسئلہ مغربی ماہرین کے لئے خاصا الجھا ہوا ہے۔ کچھ لوگ اسے مضر بتاتے ہیں۔ اور کچھ مفید۔ اسے مضر بتانے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ پاکستانی ماہرین میں پروفیسر محمود علی ملک اپنے مریضوں کو شہد دینا پسند نہیں کرتے۔ بھارتی ماہرین میں کرنل چوپڑا اور ندکارنی اسے پسند ہی نہیں کرتے بلکہ کمزوری کے لئے اسے اکسیر قرار دیتے ہیں۔ شہد کو مضر بتانے والوں کا زیادہ تر استدلال اس میں گلوکوس کی زیادہ مقدار پر ہے۔ مکھی جب شہد جمع کرنے جاتی ہے تو وہ پھولوں کے علاوہ مٹھاس کے دوسرے ذرائع پر بھی متوجہ ہو سکتی ہے اور اس طرح وہ شکر یا گلوکوس کی ایک مقدار اپنے چھتے میں لے جاتی ہے۔ مکھی کے منہ میں (Invertase) نامی ایک کیمیاوی خامرہ موجود ہوتا ہے جو اسے (Fructose) میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اگرچہ فرکٹوس بھی مٹھاس ہے لیکن جسم میں جا کر یہ ان مسائل کا باعث نہیں بنتا جو گلوکوس سے پیدا ہوتے ہیں۔ مکھی جتنی بھی شکر اپنے چھتے میں لے جائے وہ دو تین دن میں فرکٹوس میں

تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس وقت ہم کسی خاص چھتے سے شہد لیتے ہیں وہاں گلوکوس کا کچھ حصہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہو گا اور کچھ فرکٹوس میں تبدیل ہو چکا ہو گا۔ اس لئے شہد کے متعدد نمونے لینے کے بعد اس میں شکر کی اوسط مقدار کو اندازہ کے لئے لے لیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر فرخ حسن شاہ نے پاکستان کے مختلف علاقوں سے شہد کے 60 نمونے حاصل کئے اور ان کے تجزیہ کی رپورٹ یہ ہے۔

	شکر	فرکٹوس	نمی
کونپلوں کا شہد	6.7	66.6	13.5
لوکاٹ کا شہد	2.8	64.5	18.9
سنگتروں کا شہد (واہ)	1.2	71.4	12.4
===(زرعی یونیورسٹی)	2.2	69.2	13.5
گلاب کا شہد (واہ)	10.0	58.0	17.4
گلاب کا شہد (زرعی یونیورسٹی)	9.8	58.5	16.20
جنگلی شہد (چھانگا مانگا)	3.3	62.1	13.8

اس موازنہ میں (Sucrose) شکر سے مراد چینی ہے۔ گلاب کے شہد کے علاوہ کسی بھی نمونہ میں چینی کی مقدار دس فیصدی سے کم رہی۔

پاکستان میں اشیاء خوردنی کے معیار کو متعین کرنے کے قوانین موجود ہیں۔ جن کو (Pure Food Ordinance) کہتے ہیں۔ ان کے مطابق بازار میں فروخت ہونے والے شہد کا کیمیاوی معیار اس طرح سے مقرر کیا گیا ہے۔

SUCROSE	FRUCTOSE	MOISTURE
10 %	60 %	25 %

کینیڈا کے معیار کے مطابق شہد میں شکر کی مقدار 7.6 فیصدی سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ ان تمام موازنوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہد میں اگر ملاوٹ نہ کی گئی ہو تو اس میں شکر کی مقدار دس فیصد سے زائد نہیں ہوتی جبکہ آلو میں نشاستہ دس فیصدی سے زائد ہوتا ہے۔ اگر ہم غذائی چارٹ میں اپنے مریض کو آلو اور چاول کھانے کی اجازت دے سکتے ہیں تو شہد کو منع کرنا تعصب کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

پاکستان کے ایک سابق وزیر اپنے ذیابیطس کے علاج کے سلسلہ میں نیویارک کے ایک شفاخانہ میں داخل رہے۔ جہاں بار بار ٹیسٹ کر کے ان کے لئے غذا کا جدول تیار کیا گیا۔ ان کو بتایا گیا کہ وہ شکر، آلو، گھی، چاول وغیرہ سے اگر پرہیز کرتے رہیں تو ان کو برائے نام انسولین کی ضرورت ہوگی۔ انہوں نے شہد کے بارے میں پوچھا تو منع کر دیا گیا۔ انہوں نے ہسپتال والوں کو مطلع کیا کہ جس خوراک پر ان کے خون میں شکر کی مقدار اعتدال پر رہی اس میں چار بڑے چمچے شہد بھی شامل تھا۔ وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ قرآن مجید نے جس کو شفا کا مظہر قرار دیا ہے۔ وہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے۔

قرآن مجید نے جس چیز کو شفا کا مظہر قرار دیا ہے شہد نہیں بلکہ Ryoal Jelly ہے۔ (وہ اپنے پیٹ سے ایک سیال نکالتی ہیں۔ جس کی مختلف قسمیں ہیں۔ ان میں شفا ہے)۔

یہ سیال عملی طور پر مکھی کا دودھ ہے جس پر وہ اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ اس میں توانائی اتنی زیادہ ہے کہ اس کو کھانے کے بعد بچوں کا وزن 10 دن میں 350 گنا بڑھ جاتا ہے نشوونما کی ایسی کوئی مثال پوری حیوانی دنیا میں نہیں ملتی۔

یہ سیال میٹھا نہیں ہوتا۔ یہ دنیا کی ہر بیماری میں مفید ہے اسے پینے والوں کو ہر حالت میں توانائی میسر آتی ہے۔ ذیابیطس کے مریض میں کمزوری اور جسم میں قوت مدافعت کی کمی اہم مسائل ہیں۔ ان دونوں کا معقول اور قابل اعتماد علاج اس مبارک سیال میں موجود ہے۔ جب بھی اس کی کوئی مقدار میسر آئی ناتوانی میں مبتلا مریضوں کو دی گئی۔ ایک خاتون فرماتی ہیں۔

"کمزوری جتنی بھی ہو۔ اس ٹیکہ کو پینے سے ایک دفعہ تو بدن

میں جان آجاتی ہے۔ آنکھیں کھل جاتی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ میں کبھی بیمار نہ تھی"۔

عام شہد میں اس سیال کی کافی مقدار ہوتی ہے۔ جب ہم شہد پیتے ہیں تو اس کے ساتھ لحمیات' معدنی نمک اور وٹامن بھی جسم میں جاتے ہیں۔ بلکہ ہر وہ عنصر جو انسان کی ساخت میں استعمال ہوا وہ کسی نہ کسی مقدار میں شہد میں ضرور ہوتا ہے۔ یعنی جسم کی ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کے لئے ہمیں جس جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے وہ شہد میں موجود ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس میں مٹھاس کی معمولی مقدار (جس کا تعین مشتبہ ہے) کی بنا پر اسے مریض کی غذا سے خارج کرکے اسے اس کی افادیت سے محروم کردیں۔ اگر ہم چاول دے کر مٹھاس میں زیادتی کا خطرہ مول لے سکتے ہیں تو شہد دے کر یہ خطرہ لینے سے کیوں گریزاں ہیں؟۔

نبی ﷺ نے پوری زندگی صبح نہار منہ شہد کا شربت نوش فرمایا اور کبھی عصر کی نماز کے بعد بھی پیا۔ یہ ان کی سنت مبارکہ ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس پر عمل کرتا ہے تو شہد کی افادیت اسے نفع تو بہرحال دے گی بلکہ اس کے ساتھ سنت رسول پر عمل کرنے کا ثواب یا اس کی برکت اس کی بیماری میں بھی فائدے کا باعث ہوگا انہوں نے شہد کو اتنی اہمیت عطا فرمائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

علیکم بالشفائین العسل والقران

(ابن ماجہ' مستدرک حاکم)

(تمہارے لئے شفا کے دو مظہر ہیں۔ شہد اور قرآن)

بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو سب سے پیارا مشروب شہد تھا۔ انہوں نے اہمیت کے لحاظ سے افادیت میں اسے قرآن مجید کے ساتھ بیان فرما کر اعتراض کرنے والوں کو مسکت جواب عطا فرمادیا ہے۔

غذا اور بیماریاں

اسلام نے غذا کے بارے میں چند موٹی باتیں بیان کی ہیں۔ کم کھایا جائے لیکن کھانا صاف ستھرا ہو۔ مسلمان کو اصراف سے ہر حال میں منع کیا گیا۔

نبی ﷺ کو گوشت پسند تھا وہ اسے کھانوں کا سردار قرار دیتے تھے مگر جب ایک صاحب کو گھر کے لئے گوشت کی کثیر مقدار سر پر لادے دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا۔ درزی کی دعوت میں کدو اور گوشت کے شوربہ میں وہ بوٹیوں کی بجائے کدو کے قتلے تلاش کرکے کھاتے دیکھے گئے۔ سبزیوں میں سب سے کم نشاستہ کدو اور پتوں والی سبزیوں میں ہوتا ہے۔ وہ انہی کو پسند کرتے تھے کدو کے علاوہ ان کی پسندیدہ غذائیں سرکہ' کھجور' تربوز' انجیر اور شہد تھے۔

انجیر ایک عظیم پھل ہے۔ جس کی تعریف میں وہ یہاں تک فرما گئے۔ "اگر کوئی کہے کہ جنت سے کوئی پھل زمین پر آسکتا ہے تو میں کہوں گا کہ یہی وہ پھل ہے"۔

انجیر اگر درخت پر پکے تو اس میں گلوکوس کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔ عام قسم کی خشک انجیر میں 46 فیصدی مٹھاس ملتی ہے۔ جس میں نصف سے کم شکر ہوتی ہے اور بقایا غیر مضر مٹھاس ہے۔ انجیر میں ایسے فائدے کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں جو گلوکوس اور دوسری اقسام کی شکر کو گلا کر اس کی مضرت دور کردیتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو اتنی اہمیت دی کہ ایک سورۃ اس کے نام سے موسوم کی گئی۔

ہم نے اسے ذیابیطس کے مریضوں کو نہایت عمدہ نتائج کے ساتھ ہمیشہ دیا اور کبھی ایسا موقع نہ آیا کہ اسے بند کیا جائے۔ یہ ہاضمہ کی اصلاح کرتی اور کھانے کو ہضم کرتی ہے۔ چونکہ ذیابیطس میں اصل مسئلہ پیٹ کی خرابی بھی ہوتا ہے اس لئے یہ مریض انجیر سے فائدہ پاتے ہیں۔ حالانکہ بھارتی ڈاکٹر اسے منع کرتے ہیں۔

تربوز میں مٹھاس کم اور پانی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ گردوں کو صاف کرتا اور آنتوں کی جلن اور سوزش کو دور کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے کھانے سے پہلے کھانا زیادہ مفید قرار دیا ہے۔ ابن عساکر نے عماۃ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء اصلا (کھانے سے پہلے تربوز پیٹ کو مکمل غسل دیتا ہے اور اس سے بیماریوں کو دھو کر نکال دیتا ہے۔)

غذا کے بارے میں نبی ﷺ کا اہم اصول اسے وقت پر کھانا ہے۔ وہ صبح کا ناشتہ جلد از جلد کرنے اور رات کا کھانا ضرور کھانے پر زور دیتے ہیں۔ انہوں نے جن غذاؤں کو دوا کے طور پر استعمال فرمایا سب کو نہار منہ ہی کھانے کو پسند کیا۔

ذیابیطس کا علاج

عہد نبوی میں لوگ کم کھاتے تھے۔ چلتے پھرتے اور فعال زندگی گزارتے تھے۔ اس لئے وہ بیمار نہیں ہوتے تھے یا ان کو ذیابیطس ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ورنہ مٹھاس ان کی پسندیدہ غذا تھی۔ وہ پیٹ بھر کر کھجوریں اور کھجور کا گابھا کھاتے تھے بلکہ غریب لوگ روٹی کے ساتھ سالن کی بجائے کھجور کھاتے تھے یا روٹی کو کبھی گھی سے چپڑ بھی لیتے تھے۔ ذیابیطس بعد کی مصیبت بلکہ یہ اس دور کا تحفہ ہے جب مسلمان مشرق وسطیٰ میں نو آبادکاروں والی حالت میں آ گئے۔ ان کے باغات تھے۔ جاگیریں تھیں اور کام کاج کے لئے نوکر' اس آرام طلب زندگی اور بسیار خوری نے جہاں ان کے دینی کردار کو متاثر کیا وہاں ذیابیطس بھی ان کے لئے سزا بن گیا۔

بو علی سینا نے اس کیفیت کو پہلی بار محسوس کیا اور اس کے علاج میں ایک عجیب اصول استعمال کیا۔ اطباء میں یہ پہلا ذہن تھا جس نے بیماریوں کی ماہیت کو سمجھا اور ادویہ کو بیماری کی نوعیت کے مطابق ارشاد نبوی کی تعمیل میں تجویز کیا۔ اس نے اکثر و بیشتر طب نبوی کی دوائیں استعمال کیں اور اس طرح اپنے لئے ایک منفرد مقام بنا لیا۔

ذیابیطس میں بو علی نے مختلف ارشادات نبوی کو سامنے رکھ کر ہلبہ کے بیج اور مرزنجوش کا سفوف پسند کیا۔ اس کے پاس پیشاب ٹیسٹ کرنے کا بندوبست نہ تھا۔ البتہ مریض کی کمزوری' پیشاب کی مقدار' پیاس کی شدت میں کمی اس کے پاس تندرستی کا معیار تھے۔ اس نسخہ میں وہ ضرورت کے مطابق اضافے کر کے مریض کو شفایاب کر لیا کرتا تھا۔

جب ہم نے ذیابیطس میں مبتلا ایک نہایت ہی محترم عزیز کو دیکھا اور جدید علاج کی ناکامی اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل دیکھے تو افسوس ہوا۔ مریض مجبور تھا اور ہم پڑھ لکھ کر لاچار' سوچ سوچ کر اللہ تعالیٰ نے راستہ دکھایا اور یہ حدیث مبارکہ ذہن میں آئی۔

"ان کالے دانوں میں ہر بیماری سے شفا ہے۔ سوائے موت کے"

کلونجی کے بارے میں یہ حدیث ہر مجموعہ میں مختلف ذرائع سے اتنی بار مذکور ہے کہ اس کی ثقاہت یقینی بن چکی ہے۔ پھر کاسنی کے بارے میں دیکھا کہ "تمہارے لئے کاسنی موجود ہے۔ ایسا کوئی دن نہیں گزرتا جب جنت کے پانی کے قطرے اس کے پودے پر نہ گرتے ہوں"

(ابو نعیم)

جب کلونجی میں شفا ہے۔ کاسنی کے پتے جنت کے پانی سے فیض رسیدہ ہیں تو ان دونوں کا ملاپ کسی بھی مشکل مسئلہ کا حل ہونا چاہئے۔ ابتدائی نسخہ میں۔

کلونجی	75 گرام
برگ کاسنی	25 گرام

ملا کر مریضوں کو ایک چھوٹا چمچہ صبح۔ شام کے بعد دیا گیا۔ خون میں شکر کی مقدار کم ہونے لگی اور مریضوں کی کمزوری کم ہوتی گئی۔ مزید مشاہدات کے بعد اس نسخہ میں میتھی ملائی گئی اور اب سوزش سے محفوظ رکھنے کے لئے قسط البحری بھی شامل کر دی گئی۔ میتھی کے بارے میں قاسم بن عبدالرحمان روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

"میتھی سے شفا حاصل کیا کرو"

(ابو نعیم)

اس موضوع پر محمد احمد ذہبی بیان کرتے ہیں کہ۔

"میری امت اگر یہ جان لے کہ میتھی کے اندر کیا کیا فائدے موجود ہیں تو وہ اسے سونے کے عوض بھی لینے میں دریغ نہ کریں"

اس مرحلہ پر مرزنجوش بھی توجہ میں آئی۔ کیونکہ بو علی سینا کے نسخہ میں میتھی اور مرزنجوش شامل تھے۔ نبی کریم ﷺ سے مرزنجوش کے بارے میں صرف ایک ہی حدیث دیکھنے میں آئی جس میں انہوں نے اسے زکام کے لئے مفید قرار دیا ہے۔

علم الادویہ کی ساری کتابوں میں تلاش کیا گیا۔ اس کے اثرات میں اندرونی فوائد کا کہیں سے بھی تذکرہ نہیں مل سکا۔ جس نے بھی اسے استعمال کیا زکام' کھانسی اور دردوں سے آگے نہیں گیا۔ البتہ ہومیوپیتھک طریقہ علاج میں جنسی کمزوریوں کے لئے نوجوانوں کو دی

جاتی ہے۔ ابن القیم نے اس کو آنکھ میں سفیدی اور موتیا بند میں مفید قرار دیا اور فی الواقعی وہ ایسی ہے۔ لیکن اس کے افعال میں جسمانی کمزوری۔ ہاضمہ میں خون کی نالیوں پر اثرات کا کوئی قابل اعتماد تذکرہ نہیں مل سکا۔ جس کی وجہ سے اسے ذیابیطس میں استعمال کرنے کا جواز سمجھ میں نہیں آسکا۔

ان تمام مشاہدات کی روشنی میں پچھلے دس سالوں سے ہم ذیابیطس کے مریضوں کا علاج ذیلی نسخہ سے کامیابی کے ساتھ کر رہے ہیں۔

1- نہار منہ اور عصر کے وقت بڑا چمچہ شہد۔ ابلے پانی میں

2- ہر کھانے کے بعد 3 دانے خشک انجیر

3-

کلونجی	55 گرام
برگ کاسنی یا بیج	15 گرام
تخم حلبہ	10 گرام
قسط البحری	10 گرام
حب الرشاد	10 گرام

اس مرکب کا پون سے پورا چھوٹا چمچہ صبح، شام کھانے کے بعد۔

4- وٹامن ب اور سی کی مرکب گولیاں۔ صبح، شام

حالات کے مطابق نسخہ میں مناسب ردوبدل کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ نسخہ ذیابیطس کی بدترین حالت کے لئے بھی مفید ہے۔

کچھ مریضوں میں بہتری نظر آتی ہے۔ لیکن خون میں گلوکوس کی مقدار نارمل پر نہیں آتی یا پیشاب میں شکر کی مقدار موجود رہتی ہے۔ کبھی تو ہم نے اس پر توجہ چھوڑ دی اور آہستہ آہستہ یہ چیزیں معمول پر آگئیں اور کبھی اضافی طور پر شکر کو کم کرنے والی کسی گولی کا چوتھائی حصہ صبح ناشتہ کے بعد دے دیا۔ مریض کی غذا اور ذہنی دباؤ پر توجہ دی گئی تو اکثر اوقات مسئلہ کسی اضافہ یا تبدیلی کے بغیر حل ہو گیا۔

اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ لبلبہ کو اگر موقع دیا جائے اور حالات سازگار ہوں تو وہ پھر سے انسولین پیدا کرنے کے قابل ہو سکتا ہے جدید علاج میں کئے گئے طویل مشاہدات کے دوران ایسے مریض دیکھنے میں نہیں آتے جن کی بیماری وقت کے ساتھ ختم ہو گئی ہو۔ جبکہ طب نبوی کے تحائف سے استفادہ کرنے کی صورت میں ایسا ہونے کے امکانات موجود ہیں۔

دل اور ذیابیطس

ذیابیطس میں پیچیدگیاں ایک اہم مسئلہ ہیں۔ جب مریض کی قوت مدافعت ماند پڑے تو وہ تپ دق سے لے کر پھوڑے پھنسیوں تک کے مسائل میں مبتلا ہوتا رہتا ہے۔ جن کے لئے اس کی غذا میں لحمیات کی معقول مقدار، تازہ پھل اور شہد ہونے چاہئیں۔ خون کی نالیوں میں رکاوٹ اور اس کی وجہ سے پیروں پر زخم اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ اکثر اوقات پیروں کی انگلیاں یا پورا پیر کاٹنا پڑتا ہے۔ خون کی نالیوں میں اور دل پر ذیابیطس کے اثرات سے بچاؤ کے لئے طب جدید والے کہتے ہیں کہ خون کی کولیسٹرول کی مقدار کو کم کیا جائے۔ جس غرض کے لئے کچھ گولیوں کی شہرت ہے۔ لیکن کولیسٹرول عام طور پر کم نہیں ہوتی۔

نبی ﷺ نے جو کے دلیا کو پیٹ کی بیماریوں اور مریض کی کمزوری کے لئے اکسیر قرار دیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں ارشاد گرامی ہوا۔ "جو کا دلیا مریض کے دل کے جملہ مسائل کا مکمل علاج ہے اور مریض کے دل پر سے غم کا بوجھ اتار دیتا ہے"۔ (بخاری مسلم، احمد)۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پندرہ دن تک جو کا دلیا کھانے کے بعد خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم ہو جاتی ہے اس لئے اوٹ پٹانگ ادویہ کی بجائے ذیابیطس کے مریض علی الصبح جو کا دلیا پانی میں پکا کر پھر تھوڑا سا دودھ ملا کر اس میں کھانڈ کی جگہ شہد ملا کر کھائیں تو دل کے دورہ سے محفوظ رہنے کے علاوہ کولیسٹرول کے اضافہ سے پیدا ہونے والے خطرات سے بھی بچ جائیں گے۔

خون کی نالیوں میں عمر اور خوراک میں چکنائیوں کی کثرت کی وجہ سے موٹائی آجاتی ہے۔ یہ کیفیت بالکل اسی طرح جس طرح نالیوں میں گارا وغیرہ جم کر ان کو نیم مسدود کر دیتے ہیں۔ طب میں اسے Arterio Sclerosis کہتے ہیں۔ ذیابیطس میں شریانوں میں یہ صورت حال اکثر جگہوں پر ظاہر ہوتی ہے۔ جب ٹانگوں میں ہوتی ہے Gangrene جیسی خطرناک مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ دماغ کی

نالیوں میں رکاوٹ بیہوشی اور دوسرے دماغی عوارض کا باعث بنتی ہے۔ کہتے ہیں کہ Duxil نامی گولیوں سے اس کیفیت کا مداوا ہو سکتا ہے۔ ہم نے یہ گولیاں اپنی ذاتی نگرانی میں کئی مریضوں کو دی ہیں اور دوسروں کو دیتے دیکھا ہے لیکن تندرست ہونے والا کوئی دیکھا نہیں گیا۔

نبی ﷺ نے شریانوں اور خاص طور پر دل کی شریانوں میں رکاوٹ کے علاج میں بہی کا مربہ۔ کھجور اور اس کی گٹھلیاں ' شہد

کا ارشاد فرمایا۔ ہم نے ایسے مریضوں کو ابتدائی طور پر انجیر اور جو کا دلیا شہد ڈال کر دیا۔ اکثر اوقات اس سے زیادہ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ ورنہ ان کو کھجور کی گٹھلیاں پیس کر کھانے سے بھی یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر یہ اہم بات توجہ میں رہے کہ جسم کے کسی حصہ کو اگر خون ملنا بند ہو جائے اور وہ حصہ نیلا پڑ جائے تو اس کا مطلب خلیوں کی وفات ہے۔ چونکہ کسی مردہ حصہ کو پھر سے زندہ نہیں کیا جاسکتا اس لئے مرض جب یہاں تک بڑھ جائے تو ادویہ سے مزید کوشش کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ مردہ حصہ کو جسم سے جلد از جلد جدا کردینے سے مریض کی زندگی بچائی جاسکتی ہے۔

شریانوں کی بندش کا علاج ان کو بند ہونے سے پہلے کرنا چاہئے بلکہ ذیابیطس کے ہر مریض کو یہ بات ہمیشہ دھیان میں رکھنی چاہئے کہ اس کی ٹانگوں دماغ اور دل کی نالیاں وقت کے ساتھ بند ہو سکتی ہیں وہ ان سے بچنے کے لئے پیدل چلتا رہے۔ غذا میں چکنائیوں کو بند کر دے۔ دودھ اگر پینا ہو تو کریم نکلا ہو۔ جوتا نرم اور پیر کو تکلیف نہ دینے والا ہو۔ پیروں پر مہندی اور سرکہ ملا کر ہفتے میں ایک دو مرتبہ لگایا جائے۔ اس سے پیروں کی کھال کی معمولی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ اگر کبھی زخم ہو اور روزمرہ کے علاج سے آرام نہ آئے تو پھر کسی مستند معالج سے فوراً رجوع کریں۔

بقیہ صفحہ 29 سے آگے

سہارے کے چلنے لگے تو بے شک انگلی چھوڑ دے۔ اسلام تو سب مسلمانوں کو فقہاء عابدین کے مرتبہ پر دیکھنا چاہتا ہے۔

آخر میں علماء کرام سے عرض ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے تمام اصلاحی کاموں میں حصہ لیں اور پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی دلچسپی صرف ان اصلاحی کاموں تک محدود ہو کر رہ جائے جن میں اقتدار یا چندہ ملنے کی گنجائش موجود ہو۔ خصوصاً انسداد فحاشی اور اگر حکومت تعاون نہ بھی کرے تو اپنے ہی ارکان کی مدد سے تھانہ کی سطح پر اصلاحی کمیٹیوں کا قیام ضرور عمل میں لائیں۔ آپ کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔ شورائی نظام حکومت کے لئے جہاد کریں اور مندرجہ بالا شق کو پاکستان کے آئین کے متن میں من وعن شامل کرائیں۔ دینی جماعتوں کے امیر نے ایک وزیراعظم کو پاکستان میں نظام شریعت نافذ کرنے پر قائل تو کر لیا تھا لیکن اس نے اس پر عمل کرنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ وہ وزیر اعظم ہونے کے علاوہ ایک سیاسی جماعت کا بھی سربراہ ہے اب تو ہمارے علماء کو یقین آجانا چاہئے کہ جمہوریت کے ذریعہ اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔ علماء کو خود ہی اپنا کردار ادا کرنا پڑیگا۔ صرف اخلاص اور یکجہتی کی ضرورت ہے۔ آخری ہچکی آنے سے پہلے اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پیشتر توبہ کے دروازے کھلے ہیں ہمیں اس سے فائدہ اٹھا لینا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے سفر آخرت سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کی امامت میں آخری جمعہ ادا کرنے سے پہلے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا "کامل طور پر متحد رہو۔ ایک دوسرے سے محبت ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کی مدد اور تائید کرو اور ایک دوسرے کو ایمان اور اس کی استقامت کی طرف بلاؤ نیکی کے کاموں کی رغبت دلاؤ قومیں اسی طرح آباد ہوتی ہیں جو اس کے سوا ہے ہلاکت کی طرف جاتا ہے" سبحان اللہ کیسی بے بہا ہدایات ہیں۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے مرض کا علاج اسی میں ہے۔ خطاء بزرگان گرفتن خطاست ' معافی کا خواستگار۔

انسان اشرف المخلوقات

مولانا محمد اکرم اعوان (مورخہ 97-12-27)

اللہ جل شانہ کا یہ ارشادِ گرامی کہ انسان کو بہترین تقویم پر پیدا فرمایا۔ کوئی بھی آمیزش جو مختلف چیزوں کو ملا کر بنتی ہو تقویم کہلاتی ہے۔ اس میں ان اشیاء کو کس اندازے سے ملا کر بنایا جائے۔ مثلاً" طب کا کوئی نسخہ لے لیں چند چیزوں کی ایک تقویم بنائی جاتی ہے کہ کس کا کتنا وزن ہو اس کے اثر کا سارا دارومدار اس تقویم پر ہوتا ہے۔ اگر وہی چند چیزیں ترتیب بدل کر ملا دیں تو وہ فائدہ مرتب نہیں ہوتا شاید نقصان دے یعنی مختلف اقسام کے جو اوصاف ہیں ان کو اس انداز سے ملایا جائے کہ وہ ایک نفع بخش یا خوبصورت چیز بن جائے۔ رب کریم فرماتے ہیں کہ جو اوصاف میں نے انسان کی تخلیق میں ملائے ہیں اور جس اندازے سے ملائے ہیں ساری کائنات میں اتنا خوبصورت کوئی آمیزہ میں نے نہیں تیار کیا۔ مثلاً" بہت خوبصورت مخلوق ہے فرشتہ جو ایک خوبصورت روشنی ہے۔ اور جس میں کمال یہ ہے کہ کبھی اللہ کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور جو حکم ملتا ہے وہی کرتا ہے۔ اللہ سے حکم لینے کی صلاحیت ہے اللہ کا حکم ماننے کی صلاحیت ہے۔ اللہ کا پسندیدہ اور اللہ کا محبوب بن کر رہتا ہے اسی طرح بے شمار دوسری تخلیقات ہیں۔ عرش ہے' فرش ہے' کرسی ہے' جنت ہے' جنت کی مخلوق ہے' فضاؤں میں' ہواؤں میں بے شمار چیزیں رچی بسی ہیں۔

زمین میں بے شمار نعمتیں ہیں جو بذاتِ خود اتنا خوبصورت آمیزہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اسے آپ کھودنے لگیں تو ایک سوئی سے' ایک کدال سے کھودنا شروع کر دیتے ہیں اور اتنی نرم ہے کہ آپ پانی ملا کر اسے کیچڑ بنا دیتے ہیں لیکن اتنی سخت ہے کہ بڑے بڑے قلعے اس پر بنا دیتے ہیں تو اٹھا کر کھڑی ہے اور اتنے خزانے ہیں اس میں کہ کب سے دنیا اس کی پیداوار کھا رہی ہے۔ کھیت اجڑ جاتے ہیں پھر ہل چلاتے ہیں اسے ادھیڑ کر رکھ دیتے ہیں پھر اس میں بوتے ہیں پھر اس میں سے فصل نکل آتی ہے پھر آپ کے لئے دوا' غذا' پھول' پھل اگائے جا رہی ہے۔ ہر طرف دیکھو پانی ہی پانی لیکن اس کے درمیان بڑی شان سے کھڑی ہے حالانکہ پانی سے مٹی گھل جاتی ہے' ڈھل جاتی ہے' بہہ جاتی ہے جہاں دیکھو ٹھنڈی یخ لیکن جب کوئی بگولہ اس کے اندر سے پھٹتا ہے تو کتنا بڑا آتش فشاں بن جاتا ہے اور کتنی شدت سے پھٹتا ہے اور ٹنوں لاوا بنتا ہے اور آگ کے دریا بہہ جاتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ جہاں ہم بیٹھے ہیں یہ سدا پرسکون رہے گی یا اس کے نیچے کوئی آگ دفن ہے یا یہ دھنس جائیگی ہمارے سمیت ہمیں لے ڈوبے گی۔

اسی کی ریت کو گرم کرتے ہیں تو شیشہ بن جاتا ہے اسی کے ذرات کو آپ سونا کہتے ہیں۔ اسی سے بننے والے ذرات کو آپ ڈائمنڈ کہتے ہیں اسی سے نکلنے والی دھاتوں سے آپ بے شمار چیزیں بناتے ہیں اور پھر جب دیکھو تو مٹی کی مٹی ہے کیا عجیب سا آمیزہ ہے آپ جنگل میں جا کر دیکھیں جہاں کوئی آبیاری نہیں کرتا' کوئی کدال نہیں چلاتا' کوئی پانی نہیں دیتا۔ کوئی کیاری نہیں بنی ہوئی لیکن میلوں تک فرش بچھا ہے سبزے کا' پھول کھلتے ہیں تو ہر طرف بہار آجاتی ہے کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ انہیں ایسی عجیب رنگ آمیزی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک پتے میں کئی رنگ ہیں۔ ایک پھول کی پتی لے لیں تو اس میں کئی رنگ ہیں اور ایسے انداز میں کہ جیسے کسی نے تصویر کشی کی ہے۔ اب اسی مٹی میں یہ رنگ بھی موجود ہیں اور یہ ساری صلاحیتیں' اور پھر جب دیکھو تو خاک اڑ رہی ہے کچھ پتہ نہیں کیا ہے کیا نہیں تو اتنی ساری خوبیاں جسے ہم مٹی سمجھتے ہیں اگر گننے لگیں تو نہیں گن سکتے تو اس کے مقابل فرشتہ جو نوری مخلوق ہے اس میں تو بے شمار کمالات ہیں۔

لیکن وہ فرماتا ہے کہ میں نے انسان کو احسن تقویم یعنی سب سے اچھا اندازہ میں نے انسان میں رکھا مثلاً" یہ ایسی مخلوق ہے جس کا خمیر مادے سے ہے' جس کا مزاج' جس کا وجود مادے سے ہے اور مادہ ساری مخلوق میں سب سے گھٹیا چیز ہے اور یہ سڑے ہوئے کیچڑ کی مٹی سے ہے۔ زمین پر مادے کے اجزاء

بکھرے پڑے ہیں یہ کائنات ان اجزا کا ایسا کھیل ہے جسے وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے جتنی چیزیں آپ کو زمین پر ملتی ہیں ساری ان اجزا کا مجموعہ ہیں۔ ریت ہے' مٹی ہے' درخت ہے' پھول ہے' اینٹ ہے' گارا ہے' سیمنٹ ہے یا سونا ہے لوہا ہے' تانبا ہے یا ڈائمنڈ ہے تو ان ساری چیزوں میں اجزا کے ملنے کی تقویم مختلف ہے۔ یہ تقویم بدلی تو لکڑی بن گئی' اسی تقویم میں تبدیلی آئی تو لوہا بن گیا وہی اجزا مختلف نسبت سے ملے سونا بن گیا' وہی اجزا ایک مختلف نسبت سے چلا کر ملاتا ہے تو انسان کا تخم بن جاتا ہے اب انہیں کہاں کہاں سے ہانک کر لاتا ہے۔ یہ فلاں وقت فلاں پیدا ہوگا' فلاں فلاں اجزا اس کے وجود کا حصہ بنیں گے۔ اب وہ ان اجزا کو اس اندازے سے چلاتا ہے کہ کہیں ان سے غلہ بنا دیتا ہے کہیں چاول بنا دیتا ہے۔ کہیں جانور پیدا کر دیتا ہے اور اس کے گوشت میں منتقل کر دیتا ہے اس کے دودھ میں منتقل کر دیتا ہے کہیں دوا میں' گولی میں' ٹیکے میں پھر وہ ایسے اندازے سے سفر کرتے ہیں کہ کوئی ایک جز کسی غلط جگہ نہیں جاتا وہیں پہنچتا ہے جہاں اسے پہنچنا چاہیے۔ کوئی بندہ دنیا سے تب تک رخصت نہیں ہوتا جب تک وہ سارے ذرات اس کا جزو بدن نہ بن جائیں جو ازل سے اس کے لئے مقرر کر دیئے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ موت انسان کی رکھوالی کرتی ہے یعنی انسان کی زندگی کی محافظ موت ہے وہ اس حوالے سے فرماتے تھے کہ موت اس وقت تک اس کا انتظار کرتی ہے جب تک طے شدہ سارے ذرات وہ اپنے بدن میں سمو نہیں لیتا عملی تخلیق میں ان اجزا کو چلایا تو باپ کے پیٹ میں براہ راست گئے پھر اس کے سلب میں منتقل ہوئے وہاں سے ماں کے پاس گئے جس کے شکم میں اس کی تعمیر شروع ہوئی' ماں جو غذا کھا رہی ہے وہ اندر جا کر تقسیم ہو رہی ہے' خون بن رہا ہے' گوشت بن رہا ہے لیکن جو اجزا اس کے اپنے حصے کے ہیں وہ ماں کا جزو بدن بن رہے ہیں جو بچے کے ہیں وہ بچے کو جا رہے ہیں ایک جگہ قرآن حکیم نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں گوشت' خون اور گوبر کے درمیان سے تمہارے لئے دودھ نکال دیتا ہوں جو پینے والوں کے لئے غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ تو اس آمیزے کو وہ کس کس نسبت سے ملاتا ہے کہ ایک ایسا خوبصورت انسان بن کر آجاتا ہے جس کا دماغ بہت عالی ہے' زبان بہت فصیح ہے' ہاتھ' پاؤں' ناک' چہرہ خوبصورت ہیں۔ قدوقامت خوبصورت ہے شکم مادر میں سارے پراسس کو ہم نہیں دیکھتے جہاں اس کا وجود جب مکمل ہو جاتا ہے تو اس میں روح ڈالتا ہے۔ قل الروح من امر ربی۔ روح عالم خلق سے بالا کی چیز ہے چونکہ امر صفت ہے اللہ کی یہ مخلوق نہیں ہے اور صفات باری اسی طرح ازلی اور ابدی ہیں جس طرح اس کی ذات۔ جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ کیلئے ہے اس کی صفات بھی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں ایسا نہیں ہے کہ کل اسے حاصل نہیں تھیں اور آج اسے حاصل ہو گئی ہیں یا کل نہیں ہوں گی۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے ساری صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی "امر" اللہ کی ایک صفت ہے اب اس کی تجلی وہ جانے اس نے کیسے پیدا کی' کس طرح سے اس نے اس کو روح کی شکل دی لیکن یہ بتا دیا کہ روح میرے امر میں سے ہے۔ اب دیکھیں عالم امر وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں عالم خلق ختم ہوتا ہے۔ زمین' اس کی فضاء' پھر ستارے' سیارے' پھر آسمان' پھر آسمانوں سے اوپر عرش' کرسی یہ سب عالم خلق اور جہاں اس کی حد ختم ہو گئی وہاں سے عالم امر کی حد شروع ہوئی اب روح جو ہے اس کی اساس وہاں سے ہے۔

کمال ہے ایک طرف وہ مادہ جو پوری کائنات میں سب سے گھٹیا شے ہے پھر اسے ایسے پراسس یعنی عمل میں سے گزارا کہ جسے خوشگوار یا خوبصورت نہیں کہا جا سکتا۔ وہ فرماتا ہے کہ انسان جسے ایک قطرہ منی سے میں نے پیدا کر دیا وہ میرے ساتھ جھگڑنے کے لئے میدان میں اتر آتا ہے اور میری ذات پر اور میرے ارشادات پر اعتراض کرتا ہے اور وہ یہ نہیں دیکھتا کہ میں نے اسے کہاں سے پیدا کیا ہے۔ صرف یہ مادہ نہیں ہے بلکہ مادے کا جو پراسیس ہے وہ اس قدر آلودگیوں سے گزرتا ہے کہ اس پر کسی خوشگوار نتیجے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ لیکن نتیجہ اتنا خوشگوار نکلتا

ہے کہ اس میں سے انبیاء پیدا ہوتے ہیں' اولیاء پیدا ہوتے ہیں' صلحاء پیدا ہوتے ہیں' شہدا پیدا ہوتے ہیں' مفسرین مفکرین پیدا ہوتے ہیں' یعنی اس آمیزے جو سب سے نچلے درجے کا ہے سب سے اعلیٰ درجے کی شئے کو اس کے ساتھ پیوست کر دیتا ہے۔ یہ ایک بجائے خود کارنامہ ہے جو اللہ ہی کر سکتا ہے کہ عالم امر کی تجلیات کو عالم خلق کے سب سے ادنیٰ سے مٹی کے پتلے سے ایسا جوڑ لگاتا ہے جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ انسان کی بقاء کا سبب ہی عالم امر سے آنے والی روح کے ساتھ پیوست ہو جانا ہے مادے کی ساری صورتیں فنا ہو جائیں گی' آسمان ٹوٹ جائیں گے' ستارے جھڑ جائیں گے' زمین ختم ہو جائے گی' نیا عالم ہو گا' لیکن انسانی وجود جس کا تعلق عالم امر کی اس روح سے پیدا ہو چکا تھا جہاں کی کوئی شئے فانی نہیں ہے اسے ہمیشہ رہنا ہے تو اس کے ساتھ پیوست ہو کر یہ مشت غبار بھی ہمیشہ رہے گی جو انسانی سانچے میں ڈھل گئی۔ یہ راز ہے ابدیت کا کہ جو جنت میں جائیگا وہ بھی ہمیشہ رہے گا اور اگر کوئی بدقسمتی سے دوزخ میں چلا گیا تو ختم وہ بھی نہیں ہو گا وہ بھی ہمیشہ رہے گا جس سے قرآن حکیم بار بار ڈراتا ہے وہ یہی بات ہے کہ کم از کم آدمی کفر پر نہ مرے خلود فی النار تو نہ ہو کیوں کہ دوزخ کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے اور جب لوگ کفر پر بضد رہتے ہیں تو فرمایا فما اصبرھم علی النار۔ یہ آگ پر کتنے دلیر ہیں انہیں آگ میں رہنے سے ڈر نہیں لگتا۔

اب انسان ایک ایسی شئے بن گیا جو کہ جب مادے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور راز نکال کر لے آتا ہے۔ نئی سے نئی ایجادات کرتا ہے۔ نئی سے نئی چیزیں بناتا ہے اور جب اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو عالم امر جو اس کا گھر ہے اپنے روحانی تعلق یا نسبت سے اگر وہ مقامات و منازل طے کرتا ہوا عالم امر میں پہنچ جائے تو سمجھو وہ گھر آ گیا اس ۔۔۔ آگے ایک حکایت شیخ سعدیؒ کی اکثر سنایا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ کا شکاری باز چھوٹ گیا اور کسی بڑھیا کے قابو آ گیا۔ شکاری بازوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خوبصورت گھنگرو باندھ دیتے ہیں بڑھیا نے کہا او اس کے تو کسی نے ناخن بھی نہیں تراشے اتنے بڑے ناخن ہو رہے ہیں اس نے قینچی لے کر اس کے ناخن کاٹ دیئے پھر اس نے دیکھا اوپر کی چونچ اتنی بڑی ہوئی ہے تو اس نے وہ بھی کاٹ دی تو اپنی طرف سے اس نے اسے بڑا بنایا سنوارا لیکن اس کی جو اصلی خوبی تھی وہ اس نے سنوارنے میں ضائع کر دی اور شاہین سے چیل بنا دیا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ روح عالم امر کی شئے تھی اور انسان کے قابو آ گئی اس نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ اس ملک کی چیز ہے وہاں سے اس کا رابطہ ہونا چاہئے اور اس کا حسن اس کی پرواز پر ہے کہ اس کا رابطہ عالم امر سے ہو اس نے اس پر مٹی تھوپنی شروع کر دی۔ جو اپنی جسمانی خصوصیات تھیں لالچ کی' حرص و ہوا کی' خاک کی' کیچڑ کی کہ وہ روح پر لپیٹنا شروع کر دیں اور سمجھ رہا ہے کہ اسے سنوارا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے جب اپنی صفت امر سے اسے روح دی تو چونکہ وہ تجلیات صفاتی تھیں انہیں ذات سے براہ راست تعلق تھا لہٰذا انسان میں وہ شعور آ گیا کہ وہ اللہ کی ذات کو پہچانے۔ باقی جتنی مخلوق ہے اس کا تعلق عالم امر سے نہیں ہے اسی لئے کسی مخلوق میں نبی اور رسول مبعوث نہیں ہوئے۔ چونکہ نبی کی بعثت ذات باری کے تعارف کا سبب ہے جس کی استعداد صرف انسان ہی کو ہے کیونکہ اس کی روح کا تعلق عالم امر سے ہے اس لئے اس میں نبوت آئی۔ نبی کی بعثت کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندے کی فکر کو' شعور کو ایسی جلا بخشے کہ اسے اللہ کے روبرو کھڑا کر دے۔ میں ایک دفعہ اوکاڑہ میلاد النبی ﷺ کے ایک فنکشن میں مدعو تھا۔ تو ایک آفیسر نے اپنی تقریر میں ایک بہت خوبصورت جملہ کہا جو یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اگر اہل مکہ سے اپنی ذات کو سجدہ کرنے کے لئے کہتے تو شاید کوئی بھی انکار نہ کرتا کیونکہ وہ جادوگروں کو سجدے کرتے تھے' پتھروں کو سجدے کرتے تھے اور موہوم امیدوں پہ کرتے تھے کہ اسے سجدہ کرنا چاہئے کہ اس میں یہ کمال ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے وہ چشم دید گواہ تھے جو کمالات ولادت باسعادت پر ظاہر ہوئے ان کے بھی وہ گواہ تھے آپ ﷺ کے بچپن کے'

آپ کی خوبصورت جوانی کے جو کمالات تھے ان کے وہ گواہ تھے ایسی ہستی اگر انہیں یہ کہتی کہ مجھے سجدہ کرو تو وہ تو مجسم خداؤں کو پوجنے والے تھے مسئلہ ہی حل ہو جاتا سارے ان کو سجدہ کرتے لیکن ان کو سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ جو آتا ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام اسے اپنے برابر کھڑا کر دیتے ہیں اور فرماتے کہ میں بھی اپنے اللہ کے سامنے سربسجود ہوں تم بھی اسے سجدہ کرو۔ کم از کم اتنا فاصلہ رکھتے کہ میں اللہ کو کرتا ہوں تم مجھے کر لو۔ مکے والوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ ہر کمزور' غریب' غلام جو بھی آتا ہے اسے اپنے ساتھ کھڑا کرتے ہیں لیکن محمد رسول ﷺ تو سمجھتے تھے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم سے پیدا کئے گئے ہیں۔ سب کو وہ استعداد دی ہے جیسے لوہے کے ہر ٹکڑے میں یہ استعداد ہے کہ وہ پارس سے چھو جائے تو سونا ہو جاتا ہے۔ اب دوسرا لوہا جس سے چمکدار برتن بنا ہے اگر کہے کہ یہ توا تو آگ پر کالا ہو گیا اسے پارس سے چھو کر سونا نہیں بننا چاہئے اس کی غلط فہمی ہے اس لئے کہ لوہا تو لوہا ہے بے شک توے کی طرح آگ پر جل کر سیاہ ہو گیا جب بھی پارس سے چھوئے گا سونا ہو جائے گا۔ اب لوہے کی ایک چمکدار کڑاھی اپنی جگہ اچھل رہی ہے کہ میں صاف ستھری ہوں۔ مجھ میں اتنی چمک ہے اور یہ کالا توا سونا ہو گیا لیکن کمال صرف پارس سے چھونے کا ہے وہ لوہے کی کڑاھی اگر خود بھی چھو جائے تو وہ بھی سونا ہو جائیگی لیکن اسے سونا ہونے میں اپنی توہین محسوس ہوتی ہے کہ جیسا وہ سونا کالے توے سے بن گیا میں بھی بن جاؤں مجھے یہ کمال نہیں چاہئے یہ اس کی بدبختی ہے اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی اس کے توا ہونے سے جل رہی ہے جبکہ وہ سونا بن چکا ہے اور اس کے ایک ذرے سے کئی کڑاہیاں خریدی جاسکتی ہیں۔

اہل مکہ کو دکھ یہی تھا جو آتا ہے' اس کو حضور ﷺ اپنے برابر کھڑا کر لیتے ہیں یہی آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل تھی غیر نبی ایسا نہ کر سکتا "کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تم نے"۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی حیثیت پارس کی تھی جو آپ سے مس ہوتا گیا واصل باللہ ہوتا چلا گیا ایک نگاہ نے وہ سارا انقلاب بپا کر دیا اور برکات نبوی ﷺ اس میں در آئیں اللہ جل شانہ کا ادراک اس مادی دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا بجز رسالت کے یعنی اللہ کو جس دوربین سے ہم دیکھ سکتے ہیں اللہ کو جس کیفیت سے محسوس کر سکتے ہیں ہماری وہ نگاہ' ہماری وہ آنکھ کا نور نبوت رسالت ہے جو مظہر ہے ذات باری کی۔ اب آپ ﷺ کی محبت ایسی عجیب شئے ہے کہ ہر محبت کرنے والا ہر دوسرے محبت کرنے والے سے بھی محبت کرنے لگ جاتا ہے ایک ایسی اس میں خصوصیت ہے کہ خود تو عاشق ہے ہی اب دوسرا عاشق رسول نظر آتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس پر بھی جان لٹا دوں چاہیے تو تھا کہ دونوں لڑتے یا ایک دوسرے سے رقابت کا اظہار کرتے تو تو میں میں ہوتی ایک دوسرے سے جلتے لیکن عجیب بات ہے آمیزہ ہی ایسا ہے کہ جب اس مقام پر پہنچتا ہے خود مجسم محبت بن جاتا ہے نفرتیں مٹ جاتی ہیں اس کا یہ مجسم محبت بن جانا اس کائنات بسیط کی آبادی کا سبب ہے۔ محبت کیا ہوتی ہے ایک عرب شاعر نے اس کی یوں تعریف کی تھی۔ کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا غیر مشروط غلام بن جاتا ہے۔ کوئی نفع نہیں سوچتا کوئی نقصان نہیں سوچتا' عزت بے عزتی کی بات نہیں سوچتا کوئی دکھ تکلیف خاطر میں نہیں لاتا ایک بات ذہن میں سما جاتی ہے کہ جو میرا محبوب کہتا ہے وہ مجھے کرنا ہے اور محبت کرنے والا اس کا مطیع ہو جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اب جب انسان اس کمال کو پاتا ہے کہ ایک مشت غبار ہو کر اللہ سے اتنا آشنا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ محبت کا دعوی کر بیٹھتا ہے کتنی عجیب بات ہے کہ ایک مشت غبار پل پل کا محتاج ہے۔ گرمی ہوتی ہے تو بلبلاتا ہے' سردی ہوتی ہے تو چیخ اٹھتا ہے' بارشیں ہوتی ہیں رونے لگتا ہے' بارشیں نہیں ہوتیں چیخنے لگتا ہے' بھوکا ہو بلبلاتا ہے' پیٹ بھر کر کھائے بیمار ہو جاتا ہے اس کا کوئی سر پیر نظر نہیں آتا اور اتنا کمزور ہے کہ ایک کانٹا چبھو کر اسے قتل کیا جا سکتا ہے لیکن وہ اندر سے اتنی بلا نکلتا ہے کہ اللہ کا عاشق بن بیٹھتا ہے اللہ کہاں اور

یہ مشت غبار کہاں ایسا شعور' ایسا ادراک' ایسی پہچان' ایسی نگاہ اگر وہ اسے جانے نہیں' پہچانے نہیں تو عشق کیسے کریگا۔

ہمارا آج کا مسئلہ ہی یہ ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں پہچانتے نہیں جبکہ اسلام صرف ماننا نہیں ہے ماننے کے ساتھ پہچاننا بھی ہے جو پہچانتا ہے وہ فدا ہو جاتا ہے' لٹو ہو جاتا ہے' اسے کوئی خبر نہیں رہتی دنیا ومافیہا کی' ایک صحابیؓ جن کے والد مکی زندگی میں اسی دینار فی گز کا کپڑا لائے تو انہوں نے پسند نہیں کیا اور ابو سے کہا کہ یہ میں نہیں پہنوں گا یہ مجھے پسند نہیں ہے اسی دینار فی گز زیب تن کرنا پسند نہ کیا اور نہیں پہنا۔ میدان بدر میں شہید ہوئے تو ان کے پاس صرف ایک چادر تھی اور جب دفن کے لئے قبر میں اتارے گئے تو اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا عرض کی گئی یا رسول اللہ ایک کھدر کی چادر ہے پرانی ان کے قد پر چھوٹی پڑ رہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ یہ محبت بھی کیسی عجیب شئے ہے کیا عجیب جذبہ ہے۔ کہ وہ نازو نعم میں پلا ہوا نوجوان اس عہد کا لباس جو بادشاہوں کا لباس تھا پسند نہیں کرتا۔ محبت کے ہاتھوں سہولتیں چھوڑ دیں یہ آسائشیں چھوڑ دیں' ایسا پاگل ہوا کہ گھر چھوڑ دیا قیمتی سواریاں چھوڑ دیں پیار کرنے والے والدین چھوڑ دیئے اور فاقہ مستی کی زندگی اپنائی۔ کھانے کو نہیں ملتا' پہننے کو نہیں ملتا' میدان کار زار میں ہے اور ایک چادر ہے جو کمر کے گرد لپیٹ کر گرہ دے رکھی ہے اسی میں شہید ہو جاتا ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں اسے دوسرا کپڑا مت دو اس کا یہی کپڑا اسے زیب دیتا ہے یہی قیمتی ہے جو اس کے پاس ہے جنگل سے گھاس لا کر اس کے قدموں پر ڈال دو لیکن میں کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ وہ اپنی چادر یا اپنا کپڑا اسے دے۔ یعنی کیا انا ہے اس بندے کی کہ خود نبی کریم ﷺ نے اجازت نہیں دی ورنہ وہاں کوئی چادروں کی کمی نہ تھی کوئی اوپر ڈال دیتے فرمایا نہیں یہی جو اس کے پاس ہے یہی اس کی اپنی شان ہے اسے اپنی شان اور اپنی ادا سے میدان حشر میں اٹھنے دو۔ کیوں پرائی چادر اس کے کندھے پر ہو۔ اس کی اپنی چادر ہو گی یہی پھٹا ہوا سینہ ہو گا اور اللہ کی بارگاہ ہو گی اور یہ بندہ ہو گا یعنی یہ جذبہ فرشتے میں بھی نہیں ہے۔ معرفت کا یہ جذبہ اسے بھی نصیب نہیں ہے وہ کبھی عشق الٰہی میں تڑپتا نہیں' بیتاب نہیں ہوتا وہ کبھی ریت پر تڑپ کر جان دینے کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ وہ کبھی اپنے سینے میں چبھتے ہوئے نیزے کی انی کو محسوس نہیں کر سکتا۔ وہ کبھی اس کے لئے بھوکا نہیں رہتا۔ پیاسا نہیں رہتا اور یہ انسان جب نیچے آتا ہے تو ایک ایک لقمے کا محتاج' پانی کے ایک گھونٹ کے لئے بیقرار ہو جاتا ہے۔ اتنا کمزور' اتنا محتاج اور جب ڈٹ جاتا ہے تو سارے زمانے کی ضرورتوں کے مقابلے میں پہاڑ ثابت ہوتا ہے کسی سے تسخیر ہی نہیں ہوتا کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

اب یہ اس امر کا حسین امتزاج ہے کہ ساری کائنات کو انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے سورج' چاند' ستارے سب اس کے خادم ہیں۔ لیکن افسوس تو یہی ہے کہ "وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے" ہمارے ہاں یہ پیری مریدی کا جو تصور تھا وہ اس احساس وشعور کو زندہ کرنے کے لئے تھا کہ جو برکات نبی کریم ﷺ نے بنی آدم کو دیں ان کا تسلسل قائم رہے اور خاک اور کیچڑ میں لتھڑے ہوئے لوگ آئیں اور عرش بریں کو طے کرکے اوپر چلے جائیں اور عالم امر کی باتیں کریں لیکن بدقسمتی سے ہمارے وہ مراکز وراثت کی نظر ہو گئے اور موروثیت نے نااہلوں کو وہاں لا کے بٹھا دیا اب پیری اس بات کا مظہر ہو گئی کہ ایک آدمی بیکار ہے' محتاج ہے' دو دو روپے چندا مانگ کر آپ کے لئے دعا کرتا ہے وہ جو اصل بات تھی وہ ہم سے چھوٹ گئی۔ وہ کھو گئی اگر یہ ایک بات زندہ ہو جائے اور ہمیں شعور ہو جائے کہ ہم احسن تقویم ہیں تو آج بھی ہم اس پوری کائنات کو پکڑ کر سیدھے راستے پر لا سکتے ہیں۔ ایک انسان کے سدھر جانے سے کائنات کا سارا نظام سدھر جاتا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہماری تقویم ڈسٹرب ہو گئی اگر ایک چیز میں آپ مختلف اجزاء ملاتے ہیں تو ان کے سارے اوصاف کو کام میں آنا چاہئے اگر کسی جزو کا جزو اعظم ہی

آپ چھوڑ دیتے ہیں' ایک نسخے میں زعفران جزو اعظم ہے آپ نے زعفران ملایا ہی نہیں باقی کو گھوٹ کر پیتے رہتے ہیں تو کیا شفاء دے گا۔ اس تقویم کا جزو اعظم وہ روح تھی جسے عالم امر میں تخلیق کیا گیا حق تو یہ تھا کہ جو ضرورتیں اور تقاضے اس خاکی بدن کے ہیں انہیں پورا کیا جاتا۔ ہاں روح کا کوئی تقاضا اس انداز سے پورا نہ کیا جاتا کہ بدن کی ضرورت مجروح ہو اور نہ بدن کا کوئی تقاضا اس انداز سے پورا کیا جاتا کہ روح کے راستے میں رکاوٹ بنے پھر اس کا حسن نتیجہ یا حسن عمل کا ہم انتظار کرتے۔

ہوا یہ کہ انسان نے روح کا تو خانہ ہی بند کر دیا اور نرے مادے کی طرف متوجہ ہوا تو پھر باقی درندے اور جانور تو فطرت سے مجبور تھے اور یہ فطرت سے مجبور نہیں باشعور ہے شیر درندہ ہے لیکن جب بھوکا ہو تو شکار کرتا ہے اور جب پیٹ بھرا تو اس کے اوپر سے ہرن اچھلتے گزرتے ہیں تو وہ آنکھ اٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کرتا اور اپنا آرام ضائع کرنا پسند نہیں کرتا وہ مزے سے سو رہا ہوتا ہے سینکڑوں جانور پاس چر رہے ہوں وہ نہیں دیکھتا۔ اس لئے کہ وہ فطرت سے مجبور ہے جب اس کی جبلت جاگے گی بھوک کی حاجت ہوگی اس میں درندگی پیدا ہو جائے گی جو سامنے آئے گا چیر پھاڑ کر کھا جائے گا جب پیٹ بھر جائے گا تو ضرورت ختم ہو جائے گی لیکن انسان ایسا نہیں ہے اس میں شعور ہے جب یہ درندگی پر آئے گا تو یہ لطف اندوز ہونے کے لئے گردنیں کاٹے گا اور کاٹتا ہی چلا جائے گا جب مادے پر آئے گا اور مادہ سب سے گھٹیا چیز ہے تو یہ سب سے زیادہ ظالم' سب سے زیادہ چور' سب سے زیادہ دغاباز اور سب سے زیادہ بدکار ثابت ہوتا ہے فطرت کا ایک اصول ہے کہ ایک تن آور درخت میں پھل آتا ہے اس کی گٹھلی میں چھوٹا سا بیج ہوتا ہے۔ ہر بیج میں ایک تن آور درخت چھپا ہوا ہوتا ہے اگر اس بیج کو صحیح موسم میں اور صحیح فضا میں مٹی میں دبا دیا جائے' اس کی نگہداشت کی جائے اسے پانی دیا جائے' تو اپنے وقت کے ساتھ کونپل نکلتی ہے پھر وہ پودا بنتا ہے پھر اتنا ہی تن آور درخت بن جاتا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ پاک سے لوگ عالم امر سے آشنا ہوئے ان کا رابطہ قائم ہوا اور وہ لوگ جو بالکل مادی زندگی کی انتہائی نچلی سطح پر تھے۔ بدکار' فاسق' فاجر' شرابی' عیاش' ڈاکو اک نگاہ ﷺ میں صحابیؓ ہو گئے کہکشائیں جن کے نقوش کف پا لگتی ہیں ان عظمتوں پر چلے گئے ان کا اس پر پھل کیا لگا ثم تلین جلودھم وقلوبہم علی ذکر اللہ۔ اس لئے قرآن کریم نے بار بار ذکر کی تلقین کی ہے کہ یہ پھل ہے اب بعد والوں کو چاہئے کہ اس پھل کو اپنے دل میں کاشت کریں اس کی آبیاری کریں اور اس کی حفاظت کریں' حرام غذا سے اسے بچائیں' حرام کلام سے بچائیں' حرام کردار سے اسے بچائیں اس کے گرد باڑ لگالیں کہ کوئی ممنوع چیز اس میں نہ آئے پھر اسے ذکر الٰہی کا مسلسل پانی دیتے رہیں اس کے لئے فضاء بنائیں تو اللہ اللہ سے وہی تن آور درخت بن جائے گا اور معرفت الٰہی نصیب ہو جائیگی۔ پھر عشق الٰہی بیدار ہو گا پھر لوگ تڑپیں گے اللہ کے لئے' اللہ کی طلب کے لئے پھر اس کی راہ میں جان لٹانے کو جی چاہے گا پھر اس کے لئے پیاسا رہنے میں لذت آئے گی پھر اس کے لئے بھوک کو برداشت کرنے میں ایک سواد آئے گا پھر اس کے لئے سفر کرنے میں لطف آئے گا پھر کام کرنے کا مزا آئے گا اور جو کام اللہ کے لئے کیا جاتا ہے اس میں اتنی لذت ہوتی ہے کہ نہ آدمی تھکتا ہے نہ اکتاتا ہے۔

میری آج کراچی بیٹے سے بات ہو رہی تھی اس نے کہا آپ پھر لاہور آئے ہیں میں نے کہا ہاں! کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ آیا تو بس میں اپنے کام سے تھا لیکن ساتھیوں نے دو تین پروگرام رکھ دیئے وہ کہنے لگا ابو آپ کو یہ جلسے کرنے کی عادت نہیں ہوگئی؟ آپ تو کتنے مہینوں سے لگے ہیں تھک گئے ہوں گے ہم تو کہتے ہیں آرام کریں میں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو مجھے اس میں مزا آنے لگا ہے چاہئے تھا تھک جاتا اکتا جاتا۔ میں نے کئی دفعہ ساتھیوں سے بھی بات کی کہ ایک دن میں سات جلسے کیئے بندے کو چاہئے کہ وہ اکتا جائے یا تھک جائے لیکن اس میں مزا آتا ہے اس لئے کہ اس میں کوئی مادی غرض نہیں ہے یعنی محض لذت اس

بات کی ہے کہ ہم اس کے لئے کر رہے ہیں جو ہمارا معبود ہے ہمارا رب ہے اور اگر کوئی کہے کہ سامعین تھوڑے ہیں۔ تھوڑے ہوں کوئی فکر نہیں۔ جی لوگ بات نہیں مانیں گے نہ مانیں اس سے کچھ نہیں ہو گا۔ کچھ نہ ہو لیکن ہمیں کام کرنے میں مزا آرہا ہے یار لوگوں نے بڑی بڑی خوفناک تصویریں بنائیں اگلے دن بھی میرے پاس کچھ دوست آئے وہ مجھ سے پوچھنا چاہتے تھے کہ کس حد تک تم یہ کام کرو گے؟ میں نے ان سے کہا کہ دیکھو اگر تم مجھے یہ کہو کہ اگر تم یہ کام نہیں چھوڑو گے تو کل ہی تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا تو میں تمہیں یہ جواب دوں گا کہ میرے لئے رسہ تیار کرو میں یہ چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ میں تم سے معافی نہیں مانگوں گا مجھے یقین ہے کہ مجھے مرنا ہے تو جب مجھے بہرحال مرنا ہے تو میں اپنے مقصد پر کیوں نہ مروں وہ کہنے لگے ہم بڑا سوچ کر آئے تھے کہ بہت مشکل کام ہے اور پوری دنیا اس کام کے خلاف ہے' بڑی بڑی طاقتیں اس کام کو روکنا چاہتی ہیں صرف پاکستان کی حکومت ہی نہیں دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اس کو روکنا چاہتی ہیں تم کس خیال میں ہو۔ میں نے کہا اس کام کو میں جس دوری تک دیکھ رہا ہوں تم نہیں جانتے جو کچھ تم سوچ رہے ہو وہ میرے علم کا عشر عشیر بھی نہیں الحمد اللہ میں تم سے بہت دور تک ان مشکلات کو سمجھتا ہوں ان حالات کو جانتا ہوں اور سمجھتا ہوں اور یہ سارا سوچ کر میں نے قبول کیا ہے کہ مجھے مزا ہی اس میں آرہا ہے میں نے کہا تم بھی میرے ساتھ آؤ تمہیں بھی مزہ آئے گا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں کہنے لگے۔ ہم کیا سوچ کر آئے تھے اور یہ کیا کہتا ہے میں نے کہا بس سادہ سی بات ہے میں تمہیں قائل کرنے کی کوشش نہیں کرتا کیونکہ محبت کرنے کے لئے کسی کو قائل نہیں کرنا پڑتا اس کا ایک وائرس ہوتا ہے جسے چاہے چمٹ جائے۔ کاش کبھی تم بھی کسی ایسے بیمار کے پاس بیٹھو جو تمہیں وائرس لگا دے یہ سمجھانے سے' قائل کرنے سے' دلائل دینے سے بات نہیں بنتی یہ ایک وائرس اور متعدی مرض ہے کسی ایسے بیمار کے پاس بیٹھو جو اتنا شدید بیمار ہو کر وہ بیماری کا وائرس تمہیں بھی چھوڑ دے پھر تمہیں بھی سمجھ آجائے گی کہ میں ایسا کیوں کرتا ہوں۔

تو حضرات گرامی یہ سارا ذکر اذکار' یہ ساری محنت اس لئے ہے کہ وہ شعور و آگہی حاصل ہو جس سے واقعی ذات باری سے محبت کا وہ درجہ نصیب ہوتا ہے۔ جس میں اس کے لئے تڑپنے کو جی چاہتا ہے اور جان لٹانے کو جی چاہتا ہے جو کچھ پاس ہے ہارنے کو جی چاہتا ہے اور پھر یہ بار ایک خوبصورت وصال کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور انسان دائمی ابدی لذتوں کو پالیتا ہے جو جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے اور جنت کی اصل نعمت ہی یہ ہے کہ ہر جنتی کو اللہ کا دیدار نصیب ہو گا ہاں کوئی ایسا ہو گا کہ ہر لمحہ دیکھ سکے گا' کوئی ایسا ہو گا جسے ہفتہ میں ایک دن ہو گا کوئی مہینے میں کوئی سال میں مشرف ہو گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اللہ کو روبرو دیکھیں گے۔ رات کا وقت تھا چاند نکلا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح چاند کو عیاں دیکھ رہے ہو اسی طرح ذات باری کو عیاں دیکھو گے اب دیکھنے کی کیا لذت ہو گی اس میں کیا لطف ہو گا کیا سکون ہو گا کیا راحتیں ہوں گی وہ جب دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کیونکہ اس کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ تو یہ ساری محنت و مجاہدہ کا حاصل ہو گا دنیا کی حکومت تو چھوٹی سی بات ہے حکومت ہمیں نہیں چاہئے ہمیں تو جمال باری کو پانے کے لئے اسلام کو نافذ کرنا ہے۔ ہمیں حکمران نہیں بننا جسے شریعت اسلام حکمران بنا دے حکمران وہ بنے۔ ہمیں دولت نہیں چاہئے بلکہ انسانی حقوق کا تحفظ ہو۔ ہر بندے کے حق اور فرض کا تعین ہو جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کہا ہے اس لئے کہ وصال الٰہی اسی کے ساتھ مشروط ہے۔ یہ عبادات' یہ رمضان المبارک' یہ ذکر اذکار اس لئے ہیں کہ اللہ کی تائید حاصل ہو' اللہ کی رحمت نصیب ہو' اللہ کی طرف سے طاقت نصیب ہو اور ہم اس کی کائنات میں اس کا علم بلند کر سکیں اللہ کریم ہمیں دین کا شعور بھی دے' فکر بھی دے' توفیق عمل بھی دے آمین۔

ملت پارٹی کا قیام

قاضی غیاث الدین جانباز

سابق صدر جناب فاروق لغاری نے اپنی سیاسی پارٹی کا نام "ملت پارٹی" تجویز کیا ہے، جس کا کنونشن 14 اگست کو لاہور میں منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ فاروق لغاری کا کہنا ہے کہ وہ شہری علاقوں سے متوسط اور نچلے متوسط طبقات سے قیادت پیدا کریں گے اور عوام کو اقتدار دلانے کے لئے کوشش کریں گے۔ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی پارٹی کی ترجیحات متعین کرنے کا عندیہ بھی دیا ہے۔ انہوں نے نظام بدلنے کے عزم کا بھی اظہار کیا ہے۔

اس وقت جب کہ لغاری صاحب نئی پارٹی کے قیام کے دشوار ترین سفر پر نکلے ہیں، اہل پاکستان شدید قسم کے سیاسی، معاشی اور عدالتی بحران سے دوچار ہیں۔ عوام دونوں بڑی جماعتوں اور ان کی قیادتوں سے بیزار ہیں، اور بے بسی کے عالم میں کسی مسیحا یا نجات دہندہ کی تلاش میں ہیں۔ پاکستان کے حالات میں بڑی تیز رفتار تبدیلیوں کی پیش رفت رونما ہو رہی ہے۔

میں اگر یہ کہوں کہ حالات کا جبر اور نصف صدی سے جاری ظلم واستبداد پر مبنی نظام عوام اور ملک کو کسی انقلاب کی طرف دھکیل رہا ہے تو بے جا اور خوش فہمی نہیں ہوگا۔ مگر مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ انقلاب خود بخود برپا نہیں ہوگا۔ اس لئے موجودہ صورتحال کو بدلنے کی تمنا رکھنے کی خواہش رکھنے والی کسی قیادت کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ انقلاب کی ترویج کرے یا بھٹو صاحب کی طرح بحران کی صورت حال کو جنم دے۔ انقلاب اور بحران کے حالات بظاہر تو ایک جیسے نظر آئیں گے، لیکن بنیادی طور پر انقلاب اور بحران میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

انقلاب حکمران طبقات کو نیست ونابود کر کے رائج الوقت نظام کو مکمل طور پر ختم کرنے کا نام ہے، جب کہ بحران میں رائج نظام میں اصلاح وبہتری کی راہ نکالی جاتی ہے اور حکومت پر متمکن افراد کے چہرے بدل کر نئے چہرے لائے جاتے ہیں، جس طرح کہ ماضی کے بحرانوں میں ہوتا رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں ملک ہی دولخت ہوا۔ 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک نے انقلابی شکل اختیار کر لی تھی، مگر انقلابی قیادت میسر نہ ہونے کے سبب جنرل ضیاء الحق نے اس کا فائدہ اٹھایا جس کا خمیازہ قوم اب تک بھگت رہی ہے اس وقت ملک اور قوم تاریخ کے نازک ترین موڑ پر کھڑی ہے۔ ایک قومی لیڈر چاہئے تو وہ ایک انقلاب برپا کر دے یا پھر صرف ایک بحران پیدا کر کے اقتدار پر قابض ہو جائے۔

بھارتی ایٹمی دھماکے کے بعد پاکستان کا سیاسی ومعاشی بحران تہہ در تہہ پیچیدہ شکل اختیار کر چکا ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پاکستان کے ایٹمی دھماکے سے ہمارے حکمران اور رائج الوقت فرسودہ نظام کو استحکام حاصل ہو گیا ہے وہ بدترین خوش فہمی میں مبتلا ہیں اور ان کی خوش فہمی کے غبارے سے اگلے چند ہفتوں میں ہوا نکل جائے گی۔

ایٹمی دھماکے سے ہماری بگڑتی ہوئی اقتصادی صورت حال پر جو اثرات مرتب ہوں گے ان اثرات بد سے معیشت کی اصلاح ممکن ہی نہیں۔ چند روز بعد آنے والے بجٹ سے عوام کے جذبات میں منفی اثرات ابھریں گے۔ یوں حکومت الجھ کر رہ جائے گی۔ ان توقعات اور خدشات کے پیش نظر ہی جناب فاروق لغاری نے ایٹمی دھماکے کے فوراً بعد ہی "ملت پارٹی" کے قیام کا اعلان کیا ہے۔

لغاری صاحب نے اپنے سیاسی اور اقتصادی پروگرام کے خدوخال واضح نہیں کئے لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ وہ رائج الوقت سیاسی ومعاشی نظام میں اصلاح کے راستہ کو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی مستقبل قریب کی تحریک کے لئے ہنگامی بنیاد پر لوٹ کھسوٹ کے مال کی برآمد کا نعرہ لے کر عوام کو متحرک کریں گے، جس میں دوسری جماعتیں بھی شامل ہو کر بحران پیدا کرنے کی کوشش کریں گی۔ یوں شاید 14 اگست سے پہلے ہی ایک نیا متحدہ سیاسی فرنٹ تشکیل پا جائے، جسے ناکام بنانے کے لئے حکومت ایمرجنسی کے

قوانین کا سہارا لے سکتی ہے' ایمرجنسی قوانین کا استعمال ہی حکومت کے لئے پھندا ثابت ہوگا۔

موجودہ صورت حال کے تناظر میں لغاری کی "ملت پارٹی" کا قیام خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ یقیناً" مجوزہ جماعت کو اسٹیبلشمنٹ کی اعانت ہی میسر آسکتی ہے۔ جیسا کہ میرا تجزیہ ہے کہ ایٹمی دھماکے کے بعد وطن عزیز کا سیاسی' معاشی' عدالتی بحران تہ در تہ پیچیدہ ہو چکا ہے' اور اس بحران سے نکلنے کے لئے حکومت انقلابی اقدامات کی ہمت نہیں رکھتی' کیونکہ ایسے اقدامات سے حکمران طبقات کے مفادات پر ضرب لگتی ہے۔ اس لئے حکومت کے مخالفین بحران کو بڑھائیں گے۔ معاملات بحران کی گرہیں کھولنے سے درست نہیں ہوں گے' بلکہ امکان یہی ہے کہ مستقبل قریب میں ابھرنے والی تحریک انقلابی مضمرات کی حامل ہوگی۔ ایک انقلابی قیادت میسر نہ آنے کے سبب کوئی بھی ضیاالحق سامنے آسکتا ہے جو اصلاح کے چکر میں پھنس کر ملک کو خانہ جنگی میں دھکیل سکتا ہے۔

حالات کا تقاضا ہے کہ فاروق لغاری جو موجودہ سیاستدانوں میں نسبتاً" نیک نام ہونے کے ساتھ حکومت کرنے کا تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ ذہین بھی ہیں' معیشت دان بھی ہیں' عالمی سطح پر پہچانے بھی جاتے ہیں' دین سے رغبت رکھتے ہیں۔ ان میں بہت سی خوبیاں ہیں' لیکن اپنے طبقاتی کردار کے سبب وہ نجات دہندہ یا مسیحا بننے کی ہمت پیدا کرلیں اور اصلاح کے بجائے انقلابی پروگرام لے کر (جس کی بنیاد قرآن وسنت پر) میدان عمل میں اتریں تو عوام انہیں قبول کرسکتے ہیں۔ عوام کو اب ایک نئے لیڈر یا ایک نئی سیاسی جماعت سے کوئی دلچسپی نہیں' عوام تو ایک مسیحا' ایک نجات دہندہ اور ایک انقلاب کے ظہور کے منتظر ہیں۔

فاروق لغاری کو یہ حقیقت ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ ایک بحران کے حل کے لئے متوسط طبقہ کے ہنرمندوں کی معاونت درکار ہوتی ہے مگر انقلاب برپا کرنے کے لئے انقلابی دھڑوں کی ضرورت ہے۔ اگر تو لغاری بحران کے حل کا راستہ چن چکے ہیں تو پھر جو ٹیم انہیں میسر آرہی ہے اسے بنانے میں بہت احتیاط سے کام لیں۔ نگران حکومتوں میں جو ٹیمیں وفاق اور صوبوں میں انہیں میسر آئی تھیں' مجموعی طور پر ان ٹیموں نے انہیں عوام میں نیک نامی نہیں دی تھی۔ معراج خالد' ارشاد حقانی' جاوید جبار' ولایت گردیزی' ایم ایس باقر' شاہد نبی ملک اور قیوم نظامی اچھے نام تھے۔ طارق رحیم' افضل حیات' شاہد حامد جیسے "وفادار" ان کے لئے بوجھ ہی ثابت ہوئے۔ میرا عاجزانہ مشورہ ہے کہ فاروق لغاری بحران کے حل کی کوشش کرنے کی بجائے ایک مرد انقلاب بن جائیں' وہ اسلامی انقلابی دھڑوں سے رابطہ کریں اور آج کی انقلابی صورت حال میں صرف ایک نعرہ "امریکہ مردہ باد" اور "اسلامی انقلاب لائیں گے" لے کر محض رضائے الٰہی کے لئے میدان میں آجائیں۔

"ملت" بھی یہی چاہتی ہے۔ اللہ بھی یہی چاہتا ہے۔ ظلم کے نظام کی انتہا ہو چکی ہے اب روئے زمین پر ظلم نے مٹنا ہے۔ "ملت" کی لاج رکھیئے۔ مسٹر لغاری' ورنہ ملت پارٹی کے بجائے کوئی اور نام سوچیے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی حاجی تاج محمد (جنوبی وزیرستان ایجنسی) اور گوجرہ کے ساتھی احمد نواز صاحب کے والد محترم قضائے الٰہی سے فوت ہوگئے ہیں ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سابق صدر غلام اسحاق خان سے ایک ملاقات

محمد اسلم

سابق صدر غلام اسحاق خان اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد سے بالکل خاموش ہیں اور کسی قسم کا انٹرویو یا بیان دینا پسند نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ پانچ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ان کی جانب سے مکمل خاموشی ہے۔ گزشتہ دنوں ڈیلی یارن کے چیف ایڈیٹر محمد اسلم اور تنظیم الاخوان کے مرکزی راہنما سابق سینیٹر طارق چوہدری نے پشاور میں ان کی رہائش گاہ پر ان سے ملاقات کی جس کا احوال قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل کے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

غلام اسحاق خان 1915ء میں بنوں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کرنے کے بعد پشاور کے تاریخی اسلامیہ کالج سے بی اے کا امتحان اعزازی نمبروں سے پاس کیا۔ کالج میں ان کے بعض (تاحیات) ساتھیوں کے مطابق غلام اسحاق خان کا زیادہ تر وقت مطالعے میں گزرتا تھا بلکہ دفتری اوقات کار کے دوران بھی موصوف اپنی پڑھائی پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ بعدازاں غلام اسحاق خان نے صوبائی پبلک سروس کمیشن کے زیر انتظام منعقد ہونیوالا امتحان پاس کر کے سول سروس میں شمولیت حاصل کرلی۔ ان کے قریبی ذرائع کے مطابق قسمت کی دیوی مہربان تھی کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی اور آخری بار ایسا ہوا کہ فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے تحت ہونے والے امتحان میں مرکزی سطح پر مقررہ امیدوار امتحان پاس نہ کر سکے جس کے باعث صوبائی سطح پر مقابلے کا امتحان پاس کرنے والے امیدواروں کو سنٹرل سول سروس میں شامل کر لیا گیا۔ غلام اسحاق خان بھی ان گنے چنے خوش نصیبوں میں شامل تھے جو صوبائی سطح سے ایک دم مرکزی سطح پر چلے گئے۔ جہاں مختلف محکموں میں کام کرنے کے بعد ترقی پا کر سٹیٹ بنک کے گورنر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ مرحوم صدر ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دور میں وزارت خزانہ سے منسلک ہوئے اور پھر ضیاء الحق دور میں ہی وزیر خزانہ مقرر ہوئے۔

1985ء میں سابق صدر ضیاء الحق نے ملک میں غیر جماعتی انتخابات کا اعلان کیا تو ایوان زیریں کے بعد ایوان بالا (سینٹ) کے قیام کے ساتھ ہی غلام اسحاق خان کو چیئرمین سینٹ منتخب کیا گیا' یوں صدر ضیاء الحق کی عدم موجودگی میں غلام اسحاق کو قائم مقام صدر بننے کا موقع ملتا رہا۔ مئی 1988ء میں ضیاء الحق نے پہلی بار 58(2) ب کا استعمال کرتے ہوئے جونیجو (مرحوم) کی حکومت کو برطرف کر دیا اور نئے انتخابات کا اعلان کر دیا لیکن 17 اگست 1988ء کو سانحہ بہاولپور میں صدر جنرل ضیاء الحق سمیت 29 اعلیٰ فوجی افسران جاں بحق ہو گئے اور اسی روز رات کو غلام اسحاق خان نے آئین کی رو سے قائم مقام صدر کے عہدے کا حلف لیا۔ ان سے حلف جسٹس حلیم نے لیا۔ جس کے بعد 19 نومبر 1988ء کو غلام اسحاق خان نے انتخابات کا اعلان کیا۔ یہ انتخابات سابق صدر ضیاء الحق (مرحوم) کے پروگرام کے مطابق غیر جماعتی تھے تاہم پی پی پی کی درخواست پر صدر نے یہ مسئلہ عدالت کے حوالے کر دیا جس کے بعد انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہوئے تاہم ان انتخابات میں کوئی بھی سیاسی پارٹی واضح برتری حاصل نہ کر سکی البتہ پیپلز پارٹی بڑی پارلیمانی پارٹی کے روپ میں سامنے آئی جس کی بناء پر صدر کو اس وقت کے حاصل اختیارات کے تحت غلام اسحاق خان نے اپنے ساتھیوں (مسلم لیگ) کی بجائے پیپلز پارٹی کو حکومت بنانے کی دعوت دی۔ اس رویے سے متاثر ہو کر صدارتی انتخابات میں پیپلز پارٹی نے ان کی حمایت کی جبکہ مسلم لیگ کے وہ صدارتی امیدوار تھے یوں بھاری اکثریت سے غلام اسحاق خان نے صدارتی انتخاب جیت کر ملک کے ساتویں منتخب صدر کی حیثیت سے صدر کا عہدہ مستقل بنیادوں پر سنبھال لیا۔ انہوں نے 16 اگست 1990ء کو 58(2) ب کو پہلی بار استعمال کر کے بینظیر کی چھٹی کرا دی اور نئے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ 1990ء کے انتخابات کے بعد وزیراعظم نواز شریف نے وزارت عظمیٰ سنبھالی تاہم 18 اپریل 1993ء کو غلام اسحاق خان نے بحیثیت صدر 58(2) ب کی چھری نواز حکومت پر بھی پھیر

دی۔ بعدازاں ان کا موقف عدالت عظمیٰ نے غلط گردانتے ہوئے 26 مئی 1993ء کو نواز حکومت بحال کر دی لیکن ملک کے دونوں بڑے عہدوں کے درمیان اختلافات کو خلیج اس قدر وسیع ہو گئی کہ نواز شریف اور غلام اسحاق خان کو وزیراعظم اور صدر کے عہدوں سے بیک وقت 19 جولائی 1993ء کو دستبردار ہونا پڑا۔ نواز شریف کو تو عوامی مقبولیت کی بناء پر دوبارہ عوام نے ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن بوڑھے صدر کو جو دوبارہ 58(2) ب کا استعمال کرنے سے "شہرت" ملی تھی وہ اسے دبانے کی خاطر پشاور آکر اپنی رہائش گاہ تک محدود ہو گئے۔ پانچ برس کا عرصہ بیت گیا ہے لیکن ملک کی اس اہم ترین شخصیت نے پراسرار خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ پشاور میں عوام اور بعض خواص کا اس خاموشی پر یہ خیال ہے کہ انہیں امریکہ نے چپ کروا رکھا ہے کیونکہ اس شخصیت کے پاس ملک میں سب سے زیادہ راز موجود ہیں۔ اس بات کی تائید یا تردید اس بناء پر ممکن نہیں کہ غلام اسحاق خان نے خود کو بہت محدود کر رکھا ہے۔ پہلے پہل تو کسی تقریب میں ان کے درشن ہو جایا کرتے تھے لیکن اب گوشہ نشینی مزید شدت اختیار کر گئی ہے۔

گزشتہ دنوں اپنے دورہ پشاور کے دوران چیف ایڈیٹر ڈیلی یارن محمد اسلم اور سابق سینئر طارق چوہدری نے سابق صدر غلام اسحاق خان سے ایک ملاقات کی اس ملاقات میں صدر کے سابق پرنسپل سیکرٹری فضل الرحمٰن بھی شریک تھے تاہم اجلال حیدر زیدی دانت کے درد کی وجہ سے اس ملاقات میں شریک نہ ہو سکے۔ تین گھنٹے تک جاری رہنے والی اس ملاقات میں غیر رسمی طور پر ملکی حالات و معاملات پر گفتگو ہوئی جو قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہے۔

غلام اسحاق خان:۔ اور سنایئے ان دنوں ملک کے کیا حالات ہیں۔

فضل الرحمٰن:۔ جناب ملک کے جو حالات ہیں ان کے بارے میں اخبارات بھرے ہوئے ہیں بظاہر حالات انتہائی مخدوش نظر آتے ہیں (اس موقع پر انہوں نے ڈان اخبار کی متعدد خبریں بیان کرنا شروع کر دیں)۔

خان صاحب:۔ اخبارات کی باتیں چھوڑیں وہ تو بیان چھاپنے پر مجبور ہیں آپ اپنی رائے بتائیں کہ اندر کھاتے کیا صورتحال چل رہی ہے۔

ڈیلی یارن:۔ خان صاحب اس معاملے میں آپ ہم سے زیادہ تجربہ کار ہیں اور گہری نظر رکھتے ہیں لیکن آپ کی جانب سے کوئی بیان بھی نظر نہیں آیا قوم آپ جیسے سینئر سیاستدانوں کی رائے جاننا چاہتی ہے پھر آپ خاموش کیوں ہیں۔

خان صاحب:۔ میں کیا بیان دوں میرے بیان کا کوئی فائدہ نہیں ہے میرے کاموں کو لوگوں نے کونسا تسلیم کیا ہے جو اب میں ان کے معاملات میں اپنی ٹانگ اڑاؤں بہرحال کام تیزی سے جاری ہے اور جو کچھ بھی ہے بہت جلد عوام کی سامنے آنے والا ہے۔ پاکستان پر پہلے ٹرپل "A" کی حکومت تھی جو اللہ۔ آرمی اور امریکہ تھے اب بھی صورتحال وہی ہے البتہ اب فور "A" حکمران ہیں جو اب یہ اللہ' امریکہ' آرمی اور اباجی ہو گئے ہیں۔ "اباجی" کے مشورے اور احکامات اب پاکستانی سیاست میں بنیادی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور ان کے سامنے باقی "A" بے اثر ہو گئے ہیں۔ حکومتی برادران جو بھاری مینڈیٹ کے ذریعے حکومت میں آتے ہیں جمہوری روایات کے مطابق پارلیمنٹ سے مشورہ کرکے کام کرنے کی بجائے "اباجی" کے مشوروں کو ترجیح دیتے ہیں ان کے خیال میں ملک چلانا بھی کسی انڈسٹری کو چلانے کے مترادف ہے اور "اباجی" نے چونکہ اپنی فہم وفراست سے اپنی ایک انڈسٹری کو ترقی دیتے دیتے 26 انڈسٹریاں بنالی ہیں لہٰذا ان کی حکمران اولاد سمجھتی ہے کہ پاکستان کی ترقی میں بھی ان کے "اباجی" کے مشورے خاصا کردار ادا کر سکتے ہیں لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ایسے مشوروں سے ایک پاکستان کے 26 پاکستان تو بنائے جا سکتے ہیں ایک مضبوط پاکستان بنانا ناممکن ہے۔ لیکن انہیں سمجھانا کسی فرد کے بس میں نہیں البتہ آنے والا وقت خود انہیں سمجھا دے گا۔

ڈیلی یارن:۔ خان صاحب پاکستان نے جو ایٹمی دھماکہ کیا ہے اور اس کی آڑ میں جو پابندیاں لگائی گئی ہیں آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

خان صاحب:۔ ایٹمی دھماکہ کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی لیکن اس کے سوا ان کے پاس کوئی اور راستہ نہ بچا تھا لہٰذا انہوں نے مجبوراً دھماکہ کیا اس دھماکے کا سب کو پتہ تھا کہ ہو گا حتیٰ کہ امریکہ بھی اس سے آگاہ تھا اور اس کے بعد پابندیاں لگانے کا کوئی پروگرام نہ تھا لیکن حکومت نے دھماکہ کرتے ہی ایمرجنسی نافذ کرکے قوم کے بنیادی حقوق معطل کر دیئے جن کی کوئی ضرورت نہ تھی اور ایمرجنسی کی آڑ میں کئے جانے والے اقدامات سے ملک کو فائدہ تو کوئی نہیں ہوا البتہ نقصانات بہت ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جو دیار غیر میں دن رات محنت کرتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں عزیز

واقارب سے دور رہ کر زرمبادلہ کماتے ہیں ان کی جمع پونجی پر قبضہ کر لینا زیادتی ہے میرے اپنے بیٹے مامون کے تیس ہزار ڈالر پھنس گئے ہیں ان حالات میں کوئی شخص ملک کی خدمت کا کیسے تصور کر سکتا ہے جبکہ ملک میں اس کی اپنی محنت سے کمائی ہوئی دولت ہی محفوظ نہیں ہے۔ دوسرا ان لوگوں نے پاور پلانٹ والوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی روشنی میں کوئی بیوقوف ہی پاکستان میں سرمایہ کاری کا خیال دل میں لا سکتا ہے۔ انہوں نے اگر دھماکہ کرنا تھا تو اس کے لئے پہلے سے تیاریاں کرنا چاہئیں تھیں تمام حالات کا جائزہ لے کر ان کے سدباب کے لئے اقدامات کی منصوبہ بندی کرنا چاہئے تھی پھر دھماکہ کیا جاتا لیکن انہوں نے پہلے دھماکہ کیا اور پھر الٹے سیدھے اقدامات اٹھائے جس کا نتیجہ آپ کے سامنے شدید معاشی واقتصادی بحران کی صورت میں موجود ہے۔ قوم سے قربانی مانگی جا رہی ہے لیکن قوم وملک کا مال غصب کرنے والوں کو کھلی چھوٹ ہے اس بحران میں بھی ان کے قرضے ری شیڈول ہو رہے ہیں۔ عوام ان سب باتوں سے آگاہ ہیں اور مزید چکر میں نہیں آنا چاہتے۔ حکومت کے الٹے سیدھے اقدامات نے ان کی زندگیوں کو اس قدر مشکل کر دیا ہے کہ وہ دال روٹی کی فکر سے نہیں نکل سکتے جو ملک کا سوچیں۔

ڈیلی یارن:۔ موجودہ حکومت نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا جو اعلان کیا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے خصوصاً ایسے میں جبکہ اس کے مخالفین اپنے تمام تر تیروتفنگ کے ہمراہ اس کی تعمیر کے خلاف صف آراء ہو رہے ہیں۔

خان صاحب:۔ کالا باغ ڈیم اور تربیلا ڈیم کی تعمیر کا منصوبہ ہم نے ہی بنایا تھا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک زرعی ملک کے لئے ڈیم بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمارے منصوبے کے مطابق اوپر سے چھوٹے چھوٹے ڈیم بناتے چلے آئیں تو تربیلا ڈیم میں مٹی جمع ہونے کا خطرہ نہیں رہے گا اور اس کی عمر کم ہونے کی بجائے بڑھے گی۔ موجودہ حکومت نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے سلسلے میں انتہائی بچگانہ طریقہ کار اپنایا ہے تقریر میں اچانک ڈیم بنانے کا اعلان کر دیا اور اس کے لئے ضروری لوازمات کی تیاری کی پروا نہ کی یہی وجہ ہے کہ چند دن بعد انہوں نے اپنا بیان بدل دیا ہے۔ حاصل کیا ہوا چھوٹے صوبوں کی ناراضگی اور قومی یکجہتی کے لئے خدشات۔ جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں ان کے ساتھ افہام وتفہیم پیدا کرنا ضروری تھا۔ یہ لوگ ٹی وی پر اشتہار دیتے ہیں کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے نوشہرہ نہیں ڈوبے گا کیونکہ وہ دس کلو میٹر دور ہے لیکن پانچ کلو میٹر دور "پبی" اور "اکوڑہ خٹک" کے بارے میں خاموش ہیں کہ ان کا کیا بنے گا میں کالا باغ ڈیم کا مخالف نہیں لیکن میں ان کے طریقہ کار کا ضرور مخالف ہوں جو تقریری اعلانات کے ذریعے اسے تعمیر کرنے کے دعویدار ہیں۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر پر آٹھ بلین ڈالر خرچ آئے گا وہ کہاں ہے کیا اعلان سے پہلے اس کا انتظام کیا گیا۔ آپ خود سوچیں کہ جو حکومت آٹھ بلین روپے کے لئے دوسروں کی منتیں کر رہی ہے وہ آٹھ بلین ڈالر کہاں سے لائے گی۔ اعلانات محض سبز باغ ہیں اور کالا باغ ڈیم کے معاملے پر یہ لوگ سنجیدہ نظر نہیں آتے صرف قوم کو ایک نعرے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں سو کر دیا اور ملک کا بحران مزید شدید ہو گیا۔

ڈیلی یارن:۔ موجودہ حکومت نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ جاگیرداروں سے ان کی جاگیریں واپس لے کر بے زمین کسانوں میں تقسیم کر دی جائیں گی آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

خان صاحب:۔ (ہنستے ہوئے) جاگیریں اب کہاں ہیں جنہیں یہ تقسیم کریں گے وہ جو جاگیریں تھیں جن کی بات کی جاتی ہے وہ تو اسی وقت لے لی گئی تھیں جب میں سی بی آر کا چیئرمین تھا۔ اب تو حکومتی برادران خود بھی جاگیردار بن چکے ہیں اور ان کی جاگیر رائے ونڈ کا اس وقت دنیا بھر کے میڈیا میں ذکر سنائی دیتا ہے۔ کیا یہ لوگ اپنے بیان کے مطابق اپنی جاگیریں بانٹیں گے۔ یہ سب باتیں ہیں جس جاگیردار طبقے کی بات کی جاتی ہے وہ اب ختم ہو چکا اس کی جگہ نیا طبقہ [illegible] صنعتکار بھی ہے اور جاگیردار بھی۔ خود جاگیرداری سے متعلق جاگیروں کے خاتمے کی باتیں کرتے ہوئے عجیب لگتے ہیں اور عوام ان سے دھوکہ کھانے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ ایسے شوشے چھوڑ کر وقت گزار رہے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔

ڈیلی یارن:۔ پچھلے دنوں رائیونڈ میں شریف برادران کی جاگیر کا بڑا شور مچا آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیونکہ شریف فیملی نے قاضی حسین احمد کے الزامات کے جواب میں میڈیا کو اس جاگیر پر بھیجا بہت سی باتوں کی وضاحت کر دی ہے۔

خان صاحب:۔ درست ہے کہ "اباجی" نے اپنے 74 کروڑ روپے خرچ کر کے رائیونڈ میں جاگیر بنائی ہے لیکن دیکھنے والی اصل بات یہ ہے کہ یہ خطیر رقم کہاں سے آئی اور اس پر "اباجی" نے ویلتھ ٹیکس اور انکم ٹیکس بھی ادا کیا ہے یا نہیں۔ اور جہاں تک

شریف ٹرسٹ کے رفاہی اداروں کی کہانی ہے تو یہ سمجھ سے بالاتر ہے ایک ایسا شخص جو ڈالرز اور پونڈ میں فیس ادا کر سکتا ہے اور کر رہا ہے اس کے لئے رفاہی اداروں کا قیام عجیب منطق ہے۔ رفاہی ادارے تو محروم اور لاچار لوگوں کے لئے بنائے جاتے ہیں تاکہ ان کی محرومیوں کو دور کیا جا سکے۔ بہرحال آنے والا وقت خود فیصلہ کر دے گا کہ کون کیا ہے اور کیا کرتا رہا ہے۔ عوام اب باشعور ہیں انہیں اندھیرے میں رکھنا اب ممکن نہیں ہے۔

گزشتہ دنوں فیصل آباد کے ایک رکن قومی اسمبلی اور ان کے قریبی عزیز چوہدری شیر علی نے اسمبلی میں شریف برادران کے پول کھولنے کی دھمکی دی تھی وہ کیا چکر تھا۔

طارق چوہدری:۔ دراصل چوہدری شیر علی اپنے بیٹے عامر شیر علی کو فیصل آباد میونسپل کارپوریشن کا میئر بنانا چاہتا ہے جبکہ معلوم یہ ہوا ہے کہ شہباز شریف اس پر آمادہ نہیں ہے جس پر شیر علی بگڑ گیا اور اس نے انہیں دھمکی لگائی فی الحال تو اسی کی دھمکی کارگر نظر آتی ہے اور لگتا ہے کہ پنجاب حکومت کو عامر شیر علی کو بطور میئر فیصل آباد کارپوریشن قبول کرنا پڑے گا۔

ڈیلی یارن:۔ گزشتہ دنوں جنگ لاہور کے ایڈیٹر ارشاد احمد حقانی نے اپنے ایک کالم میں نگران کابینہ بنانے کا مشورہ دیا تھا اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

خان صاحب:۔ میں نے یہ ارشاد احمد حقانی کا کالم نہیں پڑھا صرف انگریزی اخبار پڑھتا ہوں۔ ویسے موجودہ حکمران مشورے ماننے کے عادی نہیں ہیں صرف ''اباجی'' کا مشورہ مانتے ہیں اور اسی پر عملدر آمد کرتے ہیں۔ چوہدری صاحب! ملک میں مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے اور عام آدمی کے لئے زندگی مشکل ترین ہو گئی ہے پھر لوگ ان کے خلاف اٹھتے کیوں نہیں ہیں؟

طارق چوہدری:۔ میرے خیال میں لوگوں کے پاس کوئی متبادل Option بھی بظاہر نہیں ہے۔ کوئی ایسا نظر نہیں آرہا جو ان کے مسائل کو لے کر اٹھے اور اپنی قیادت میں انہیں حل کرانے کی یقین دہانی کرا کے انہیں جدوجہد پر مائل کر سکے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ ان کی تمام تر جدوجہد کا نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے مسلم لیگ یا پیپلز پارٹی اور ان دونوں سے اب عوام تھک چکے ہیں۔ مایوس ہو چکے ہیں انہیں کسی تازہ قیادت کی ضرورت اور تلاش ہے جو ان کے مسائل کی حقیقی ترجمانی ہو اور ان کے حل کے لئے مضبوط ایجنڈا رکھتی ہو۔

خان صاحب:۔ موجودہ حکومت کے حالات سے ایسا نظر آتا ہے کہ یہ لوگ زیادہ عرصہ نہیں چل سکیں گے اور تبدیلی لانے والے جو ہیں وہ نظر نہیں آتے وقت آنے پر خود بخود سامنے آجاتے ہیں اور ہر چیز کو سنبھال لیتے ہیں میری اطلاع کے مطابق اس وقت بھی ایک موثر قوت کا نچلا طبقہ ملکی حالات سے تشویش میں مبتلا ہے اور اسے بہتر بنانے کے لئے بے چین بھی ہے اگر اوپر والوں نے کچھ نہ کیا تو یہ نیچے والے کچھ بھی کر سکتے ہیں بہرحال تبدیلی زیادہ دور نظر نہیں آرہی۔

ڈیلی یارن:۔ عرب ممالک سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات وغیرہ نے ہمیں رقوم دینے کا وعدہ کیا ہے یہ رقوم قرض ہونگی یا امداد (Donation) کے طور پر دی جائیں گی؟

غلام اسحاق خان:۔ ہنستے ہوئے یہ بھی بڑی غلط فہمی ہے کہ عرب ہمیں پیسے دیتے ہیں یا دیں گے اصل میں ہوتا یہ ہے کہ یہ لوگ امریکہ اور یورپ کے بنک اکاؤنٹس میں پڑی ہوئی اپنی دولت کا کچھ حصہ نکلوا کر ہمارے بنکوں میں اپنے اکاؤنٹس میں ڈال دیتے ہیں جس سے کاغذی طور پر ہمارے مالی اثاثہ جات Reserves کی پوزیشن بظاہر مضبوط ہو جاتی ہے لیکن میری اطلاعات کے مطابق ابھی تک کسی عرب ملک نے ایسا قدم بھی نہیں اٹھایا۔ صرف شور اور واویلا مچایا جا رہا ہے اصل میں یہ صرف سنہرے سپنے ہیں۔

جب گھڑی دیکھی تو تین بج چکے تھے، ہم نے سوچا کہ اسلام آباد بھی جانا ہے جو کہ آڑھائی گھنٹے کا سفر ہے، خان صاحب سے اجازت لی، وہ ہمیں چھوڑنے کار تک آئے، میں دیکھ رہا تھا کہ ملک کی تاریخ کا اہم باب بڑھاپے کا شکار ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک فضل دین (اٹک) اور امیر افضل (اٹک) کے بھائی رضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ ماسٹر عارف علی (مرید کے) کی بیٹی قضائے الٰہی سے فوت ہو گئیں ہیں۔ محمد یعقوب کھوکھر (گوجرانوالہ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئیں ہیں۔ ان سب کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ہوزری وشٹل لیس لومز کیلئے
بہترین اور معیاری دھاگہ

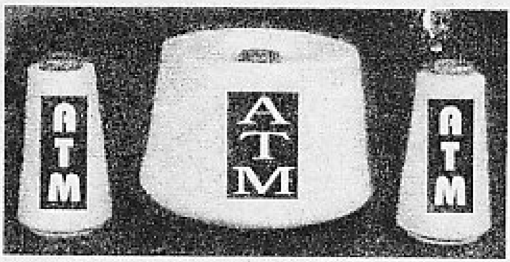

ایڈم برانڈ یارن

خریدنے کیلئے سوتر منڈی میں ہمارے سیلز آفس سے رجوع فرمائیں

16/PC	30/PC
22/PC	36/PC
24/PC	38/PC

دوسری ملز کے دیگر
برانڈ بھی دستیاب ہیں

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار، شریف مارکیٹ سوتر منڈی فیصل آباد فون نمبرز
638955
638956

ایڈیٹر کی ڈاک

مکرمی و محترمی!

عرصہ دراز سے المرشد کا قاری ہوں۔ اللہ کو منظور ہوا تو المرشد کے لئے باقاعدہ کام کروں گا۔ کوئی سٹکر یا پمفلٹ ہوں تو بھجوا دیں۔ شعبہ صحافت سے تعلق ہے۔ الاخوان کا پیغام المرشد کے ذریعے عوام تک پہنچاؤں گا۔

محمد اسلم منہاس۔ آزاد کشمیر

آپ نے المرشد کو بہت دیدہ زیب بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور اسے مزید بہتر بنانے کی توفیق دے۔ مبارک قبول فرمائیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد حامد۔ راولپنڈی

اگست کا المرشد نئی سج دھج کے ساتھ موصول ہوا۔ معیار بہتر بنانے پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آپ کے لئے دعاگو ہیں۔

چوہدری منور کلو۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں۔ کے مصداق نئی تبدیلیاں بہت بھلی لگیں۔ اگست کا شمارہ خاص تیاری کے ساتھ نکالا گیا معلوم ہوتا ہے صفحات میں اضافہ اور معیاری تحاریر بہت پسند آئیں۔ امید ہے کہ آپ اس معیار کو نہ صرف قائم رکھیں گے بلکہ اس میں مزید نکھار پیدا کریں گے۔ ایک مضمون بھیج رہا ہوں ہو سکے تو ستمبر کے شمارہ میں شامل فرمالیں۔

رانا احمد نواز گوجرہ

المرشد کی ادارت آسان کام نہیں ہے۔ بہت ہی دلی لگن اور ذمہ داری سے کرنے کا کام ہے۔ دعا ہے کہ آپ اور آپ کی ٹیم اس ذمہ داری سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکے۔ ماہنامہ کی خوبصورتی میں اضافہ پسند آیا۔ میرا کالم شائع کرنے کا شکریہ۔

غیاث الدین جانباز۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

مکرمی و محترمی!

آپ کے زیر ادارت خوشگوار تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں' مزید تجاویز یہ ہیں۔

1- ضلعی دفاتر کے مکمل ایڈریس اور ضلعی ذکر کے مقامات شائع فرمائیں۔

2- حضرت صاحب کے شعری مجموعوں سے ہر ماہ نعت' غزل شائع فرمائیں۔

3- بچوں کیلئے ضروری معلومات شائع کی جائیں۔

4- سلسلہ عالیہ سے متعلق سوال وجواب کا انعامی سلسلہ شروع کیا جائے۔

عبدالقادر صدیقی' نوشہرہ

پردہ

آسیہ اکرم اعوان

(تنظیم الاخوان پاکستان کی مطبوعات جو اب تک شائع ہوئی ہیں چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی صورت میں دستیاب ہیں جن کو ایک قاری ایک یا دو Sitings میں باآسانی پڑھ سکتا ہے۔ یہ ایسے موضوعات ہیں جن پر کسی بھی ادارہ نے بہت کم لکھا ہے۔ موضوعات کی ہمہ گیری' جامعیت اور بیان میں سادگی اور سچائی اس کی دلریزی کی خاص خصوصیات ہیں۔ استدلال کے لئے قرآن واحادیث سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ تمہارا کردار تم پہ حکومت کرے گا' نفاذ اسلام میں تدریج نہیں' انقلاب کون لائے گا' معیت رسول' جنگ یا جہاد' کیوں کچھ ہونے والا ہے' اسلام اور جمہوریت' اپنے آپ پر اسلام کیسے نافذ کریں اور علم کی حقیقت وغیرہ۔ انہی میں سے ایک کتابچہ "پردہ" کے بارے میں ہے۔ یہ موضوع جتنا اہم ہے اتنا ہی اس سے صرف نظر کیا گیا ہے اور جتنے قتل' آپس میں لڑائیاں' فساد اور دیگر جرائم اس وقت ہو رہے ہیں ان میں سے بھاری اکثریت پردہ کو نظرانداز کرنے کے سبب ہے۔ اس کی ایک قسط اس شمارہ میں دی جا رہی ہے امید ہے اگلی قسط کا آپ انتظار کریں گے۔ ایسی کتابوں کا ہر گھر میں ہونا بہت ضروری ہے)۔ (ادارہ)

یہ ایک ایسا موضوع ہے۔ جو ہمیشہ ہی خواتین میں زیر بحث رہا ہے۔ لیکن ہر بار بات سوالات اور اعتراضات کے گرد ہی گھومتی رہی۔ ایک سوال کا جواب ابھی مکمل نہ ہوپاتا کہ کوئی دوسرا اعتراض اٹھ کھڑا ہوتا اور محفل نئے سے نیا رنگ اختیار کرتی کچھ سے کچھ ہو جاتی۔

آج میں نے یہ کوشش کی ہے کہ کوئی ایسا مضمون لکھا جائے جو ان سب سوالات واعتراضات کا جائزہ لیتے ہوئے ہر پہلو سے مستند اور مدلل انداز میں اپنے اندر تمام جزیات کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔

میری یہ کوشش رہے گی کہ بات مختصر مگر جامع ہو۔ اس کاوش کے لئے میں اللہ سے مدد اور توفیق کی خواستگار ہوں۔

سب سے پہلے یہ سوال اٹھتا ہے پردہ سے مراد کیا ہے؟

لغوی مفہوم

پردہ کا لغوی مفہوم گھونگھٹ' اوٹ' چھپانا اور بھید وغیرہ ہے

لفظ پردہ عربی زبان میں حجاب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

"الحجب والحجاب" کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہونا پردہ کہلاتا ہے۔ (المفردات القرآن)

اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں پردہ سے مراد ستر سے متعلق وہ احکام ہیں جو دین اسلام نے رائج فرمائے ہیں۔

پردہ کی ابتداء

پردہ کی ابتداء اسلام کے آنے سے نہیں بلکہ اس سے قبل پردے کا تھوڑا بہت تصور موجود تھا۔ ایک مغربی مفکر محمد مارماڈیوک پکھتال اس کی تائید میں لکھتا ہے۔

"The veiling of the face by women was not originally an Islamic custom. It prevailed in many cities of the East before the coming of Islam. (Islamic Culture)

اعضائے مستورہ کا پردہ تمام انبیاء کی شریعتوں میں فرض رہا ہے۔ بلکہ شرائع کے وجود سے پہلے بھی جب جنت میں شجر ممنوعہ کھا لینے کے سبب حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا جنتی لباس اترا اور ستر کھل گیا تو انہوں نے پتوں سے جسم کو چھپایا اور ستر کو کھلا رکھنا جائز نہ سمجھا۔

دور قدیم میں پردہ

شائد اسی فطری حیا کے سبب دور جاہلیت میں بھی بہت سے ممالک اور اقوام میں پردہ کرنے کا رواج تھا جیسا کہ روم اور یونان میں۔

عبدالوہاب ظہوری یونان کے پردہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"پردہ کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے قدیم یونان کی عورتیں بہت حسین وجمیل تھیں۔ ان کی عادت تھی کہ گھر سے باہر

نکلتے وقت اپنے چہروں کو اپنے دامن یا کسی اوڑھنی سے ڈھانپ لیا کرتی تھیں۔"

روم کے انتہائی شان وشوکت اور قوت کے دور میں پردے کی سخت پابندی رہی۔

عرب میں کئی خاندانوں کی عورتیں اور امراء کی بیویاں پردہ کرتی تھیں۔ یمن میں مشہور قبیلہ حمیر میں عورتیں ہی نہیں مرد بھی پردہ کرتے تھے۔

دیگر شریعتوں میں پردہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعتوں میں پردے کے احکام موجود تھے۔ عورتیں پردہ کرتی تھیں۔ یہود کی مقدس کتاب تورات اور اس کے ملحقات میں "عہد نامہ" کے نام سے اور انجیل اور اس کے ملحقات میں پردہ کے احکام شامل ہیں۔"

عیسائی مذہب میں عورتوں کے متعلق اس طرح کے احکام پائے جاتے ہیں۔

چاہئے کہ عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سیکھے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت شوہر پر فرمانروا بن بیٹھے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے کیونکہ پہلے آدم کو بنایا گیا پھر حوا کو اور آدم فریب میں نہیں آئے۔ عورت فریب کھا کر گناہ میں پھنسی۔

شریعت اسلامی میں پردہ

دیگر مذاہب میں حاملین شریعت بعد میں افراد و تفریط کا شکار ہوئے اور عورت کو یا تو باندی بنا دیا اور یا عیش و مستی کا سامان۔ لیکن اسلام نے توازن و اصلاح کا صحیح عقلی و عملی راستہ پیش کیا۔ جس سے عورت کو معاشرہ میں اس کا جائز مقام اور مرتبہ حاصل ہوا۔

اسلام نے عورت کے لئے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ہر لحاظ سے اس کے جائز حقوق مقرر کئے اور دلائے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ عورت کو مرد کے برابر قرار دیا اور مساوی حقوق دلائے۔ قرآن کریم میں ہے۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف(2:228)

"اور ان کے لئے ویسا ہی ہے (حق) جیسا کہ تمہارا ان پر ہے اچھے طریقے سے۔"

شریعت اسلامی نے ایک طرف تو وجود زن کو افراط و تفریط کے سلوک سے پاک کیا۔ دوسری طرف معاشرتی زندگی میں توازن وتناسب برقرار رکھنے کے لئے انہیں چند احکام و فرائض سے مقید کر دیا تاکہ وہ اپنی حدود میں رہ کر اپنی وضعداری اور وقار کا تحفظ کر سکیں۔

انہیں احکام میں سے ایک پردہ ہے جس کا باقاعدہ حکم اختلاف روایات کے ساتھ 3ھ یا 5ھ ہے لیکن زیادہ تر آئمہ 5ھ کو درست جانتے ہیں۔

قرآن مجید میں احکام پردہ کے متعلق 7 آیات نازل ہوئیں جو کہ سورۃ نور اور الاحزاب میں ہیں۔ جب کہ 70 احادیث ایسی ہیں جن سے وجوب پردہ ثابت ہوتا ہے۔ تو آئیے سب سے پہلے آیات قرآنی کا جائزہ لیتے ہیں۔

احکامات پردہ کی شان نزول

1- ابن جریر نے لکھا ہے۔

ایک عورت جو انصاریہ تھیں رسول پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! بسا اوقات میں اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں، میں نہیں چاہتی کہ اس وقت کوئی شخص مجھے اس حالت میں دیکھے اور لوگ ہیں کہ ایسی حالت میں ہمارے مردوں کے پاس گھس آتے ہیں۔ آپ ﷺ ارشاد فرمائیں اس وقت مجھے کیا کرنا چاہئے۔

2- حضرت عمرؓ نے بھی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس بھلے برے سب ہی قسم کے لوگ آتے ہیں کاش آپ ﷺ اپنی ازواج کو پردے کا حکم دیں۔

3- صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق پردہ کی مختلف آیات کا شان نزول مختلف اوقات میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

ایک دفعہ حضرت سودہؓ گھر سے باہر جا رہی تھیں (رفع حاجت کے غرض سے) چونکہ باقی عورتوں سے آپ کا قد نکلا ہوا تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے آپؓ کو پہچان لیا۔ حضرت سودہؓ چونکہ خود کو چھپا نہ سکیں اس لئے حضور ﷺ سے سارا ماجرا بیان کیا اور اس وقت آیات پردہ نازل ہوئیں۔

وحی کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں گھر کے کام کاج کے لئے، دیگر گھریلو ضرورتوں اور اولاد کی پرورش کے لئے متعین کیا ہے۔"

بالکل اسی قسم کے ماحول میں سورۃ الاحزاب کی آیت 59 کا نزول ہوا۔

احکام پردہ کی اقسام

اسلام نے مومن عورتوں کو پردہ کے جو احکام دیئے ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔

(1)۔ گھر کے اندر پردہ کرنے کے احکام۔

(2)۔ گھر سے باہر پردہ کرنے کے احکام۔

1- گھر کے اندر پردہ

پہلا حکم:۔

بوقت ضرورت غیر محرم سے طریقہ کلام

ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا○ 33:32

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان میں بات نہ کرو۔ کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف اور سیدھی بات کرو۔

مخاطبین احکام پردہ

(1)۔ مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں۔

سابقہ آیات میں ازواج مطہرات کو ایسے مطالبات کرنے سے روک دیا گیا جن کا پورا کرنا حضور ﷺ کے لئے دشوار ہو۔ جب انہوں نے اس کو اختیار کیا تو ان کا درجہ عام عورتوں سے بڑھا دیا گیا۔ اب ان کو اصلاح عمل اور رسول اللہ کی صحبت و زوجیت کے مناسب بنانے کے لئے چند ہدایات دی گئی ہیں۔

یہ اگرچہ ازواج مطہرات کے لئے مخصوص نہیں تمام مسلمان عورتیں اس کی مامور ہیں۔ امہات کو خصوصی خطاب کرکے متوجہ کیا گیا کہ یہ اعمال واحکام جو سب مسلمان عورتوں پر واجب ہیں، آپ کو اس کا اہتمام زیادہ کرنا چاہیے۔

(2) صاحب "تفہیم القرآن" فرماتے ہیں۔

یہاں وہ آیات بیان ہوئی ہیں جن سے اسلام میں پردے کے احکام کا آغاز ہوا۔ امہات کو مخاطب کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ جب نبی کے گھر سے اس پاکیزہ طرز زندگی کی ابتداء ہو گی تو باقی سارے مسلمان گھرانوں کی خواتین خود اس کی تقلید کریں گی کیونکہ یہی گھران کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

چنانچہ جب احکام پردہ کے بعد حضور ﷺ نے گھر کے دروازوں پر پردے لٹکوا دیئے تو دوسرے مسلمانوں نے بھی اس عمل کی تقلید کی۔

لستن کاحد من النساء (33:32)

"تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔"

(3) "ازواج النبیؐ دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ (اسرار التنزیل)

(4) شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ نے تم کو سید المرسلینؐ کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا اور امہات المومنین بنایا

(5) تفسیر قرطبی میں ہے۔

حضورؐ کی ازواج ہونے کی وجہ سے تمہارا مرتبہ سب سے بلند ہے اور بقیہ عورتوں کے لئے تمہاری حیثیت ایک نمونہ کی ہے

ان اتقیتن

"اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو۔"

(6) تفسیر قرطبی ومظہری میں ہے۔

مقصود اس بات پر تنبیہ ہے کہ صرف اس نسبت و تعلق پہ بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں بلکہ تقویٰ واحکام ایسہ پہ فضیلت شرط ہے۔

(7) صاحب "تدبر القرآن" لکھتے ہیں۔

یعنی یہ مرتبہ عالی جو ان کو عطا ہے تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے تقویٰ پہ قائم رہیں تو سرفرازی نصیب ہو گی اور اگر یہ شرط پوری نہ کی

تو ان کی مسئولیت بھی دگنی ہو گی۔

فلاتخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض (33:32)

آواز کا پردہ

(8) "اسرار التنزیل" میں امیر محمد اکرم اعوان رقمطراز ہیں۔

عورت کی آواز کا پردہ تو نہیں مگر ایسی صورت میں کہ کسی کو اس کی طرف گناہ کی رغبت ہو جائز نہیں حتیٰ کہ عورت کو اگر نماز میں پتہ چلے کہ امام بھول رہا ہے تو بول کر لقمہ نہ دے بلکہ ہاتھ کی پشت پہ ہاتھ مار کر مطلع کرے چہ جائیکہ ایک طبقہ طبلہ اور سارنگی پہ چلا گیا تو دوسری ٹی وی پہ نعتیں سنانے لگیں

(9) صاحب تدبر القرآن فرماتے ہیں۔

خضوع کے معنی تواضع وخاکساری کے اظہار کے ہیں فلا تخضعن بالقول کے معنی ہوں گے بات کرنے میں نرمی وتواضع اختیار نہ کرو۔

فی قلبه مرض سے وہ کینہ وحسد مراد ہے جو منافقین' حضور ﷺ کے خلاف اپنے دلوں میں رکھتے تھے۔ جس کے سبب دن رات آپ کی ازواج کو بدنام کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے اسی گروہ کے سرغنہ نے واقعہ افک گھڑا تھا۔"

(10) تفسیر مظہری میں ہے۔

کسی غیر محرم سے پس پردہ بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آئے تو کلام میں نزاکت ولطافت سے پرہیز کیا جائے جو فطرتاً" عورتوں کی آواز میں ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ نرمی ہے جو مخاطب کے دل میں میلان پیدا کرے۔ مرض سے مراد نفاق یا اس کا کوئی شعبہ ہے۔ اصلی منافق سے تو ایسا طمع سرزد ہونا ظاہر ہی ہے لیکن جو آدمی مومن مخلص ہونے کے باوجود کسی کے حرم کی طرف مائل ہوتا ہے وہ منافق نہ سہی مگر ضعیف الایمان ضرور ہے۔

(11) شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

غیر مردوں سے بات کرتے ہوئے بہ تکلف ایسا لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو۔

(12) تفسیر مظہری میں ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد امہات المومنین اگر غیر مرد سے بات کرتیں تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر بولتیں تاکہ آواز بدل جائے۔

(13) عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے۔

ان النبی نهی ان یکلم النساء الا باذن ازواجهن

یعنی حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر غیر مرد سے بات کرے۔

دوسرا حکم

"سکونت فی البیت"

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیته الاولی (33:32)

"اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج دکھلاتی نہ پھرو"

لغوی تشریح

قرن۔ "اہل لغت اس کو "قرار" سے ماخوذ بتاتے ہیں اور بعض اس کو وقار سے۔ اگر اس کو قرار کے معنوں میں لیا جائے تو معنی ہوں گے "قرار پکڑو' ٹک جاؤ" اور اگر وقار کے معنوں میں لیا جائے تو مطلب ہو گا۔ سکون سے رہو۔"

(تفہیم القرآن)

تبرج

عربی میں اس کے معنی نمایاں ہونے' ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لئے عرب لفظ "برج" استعمال کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

تبرج کے اصلی معنی ظہور کے ہیں اور اس جگہ سے مراد اپنی زینت کا اظہار ہے۔ (معارف القرآن)

جاہلیت الاولیٰ

جاہلیت سے مراد ہر وہ طرز عمل ہے جو اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو۔ جاہلیت اولیٰ سے مراد وہ برائیاں ہیں جن میں اسلام سے پہلے عرب اور دنیا بھر

کے لوگ مبتلا تھے۔

تفسیر آیت

(1) اسرار التنزیل میں امیر محمد اکرم اعوان فرماتے ہیں۔

اسلام نے ازواج مطہرات کو حکم دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ کسی بھی مسلمان خاتون کے لئے بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہاں ضرورت سے منع نہیں فرمایا۔ اس لئے قرن فی بیوتکن کے سلسلے میں حضرت عائشہؓ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حج پر کیوں گئیں یا بصرہ کیوں تشریف لے گئیں۔ یہیں سے جنگ جمل کو بھی باعث اعتراض مانا جاتا ہے جو کہ سرے سے وقوع پذیر ہی نہیں ہوئی۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ___ جلد 7، صفحہ نمبر 156-166)

(2) صاحب "تفہیم القرآن" فرماتے ہیں۔

اس آیت کا منشا یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے جہاں رہ کر اطمینان کے ساتھ اسے اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں اور گھر سے باہر صرف بوقت ضرورت ہی نکلنا چاہیے۔

(3) حضور ﷺ کی حدیث اس بات کو زیادہ واضح کرتی ہے۔

حافظ ابو بکر بزار حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہی کہ

"عورتوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مرد لوٹ لے گئے وہ جہاد میں شرکت کرتے ہیں' خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں ہم کیا کام کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر ملے۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا

من قعدت منکن فی بیتھا فانما تدرک عمل المجاہدین"

"تم میں سے جو گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پائے گی۔"

مطلب یہ کہ مجاہدین اسی وقت خدا کی راہ میں لڑ سکتے ہیں جب وہ اپنے گھر کی طرف سے مطمئن ہوں کہ بیوی گھر اور بچوں کو سنبھالے ہوئے ہے اسی لئے عورت گھر بیٹھ کر اس کے اجر میں برابر کی شریک ہو گی۔

(4) "قرار بیوت سے مواقع ضرورت مستثنیٰ ہیں۔" "معارف القرآن" میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں۔

قرن فی بیوتکن میں عورتوں پر قرار فی البیوت واجب کیا گیا ہے یعنی عورت کا گھر سے باہر نکلنا مطلقاً" ممنوع اور حرام ہے۔ مگر اول تو خود اسی آیت میں ولا تبرجن سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ مطلقاً" خروج بضرورت ممنوع نہیں بلکہ وہ خروج ممنوع ہے جس میں زینت کا اظہار ہو۔"

(5) اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا امہات المومنین کو خطاب موجود ہے۔

قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن

"تمہارے لئے اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت کے لئے گھر سے باہر نکلو۔" (بخاری و مسلم)

تیسرا حکم استیذان

یایھا الذین امنو الاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم

واذا اسالتموھن متاعا فسعلوھن من وراء الحجاب ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن (53:33)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو..... اور جب نبی کی بیویوں سے تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

چنانچہ ان احکام کی تعمیل کے لئے گھروں کے باہر پردے لٹکا دیئے گئے داخلے کے لئے اجازت شرط قرار دی گئی اور حسب ضرورت بات پردے کی اوٹ سے کی جاتی۔ ایک پاکیزہ معاشرے کے عمل میں آنے کے لئے یہ انتہائی احسن اقدام تھے۔

گھریلو زندگی کی حرمت استحکام معاشرہ کا ذریعہ ہے اسی لئے اسلام نے گھریلو زندگی کے آداب و حرمت پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر یہ حکم یوں آیا ہے۔

یایھا الذین امنو الاتدخلو ابیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلمو اعلی اھلھا۔ الخ (24:27:28)

اے ایمان والو! کسی کے گھر بغیر اجازت کے داخل نہ ہو سوائے اپنے گھر کے حتی کہ اجازت نہ لے لو اور اس کے رہنے والوں

پہ سلامتی نہ بھیج چکو۔"

پردہ کی طرف یہ پہلا قدم ہے کہ گھروں کو باپردہ بنایا جائے اور پھر خواتین کو وہاں ٹھکانہ کرنے کا حکم ہے۔

(3) "اگر کسی شخص نے اذن ملنے سے پہلے دروازے کا پردہ ہٹا کر گھر کی کوئی پوشیدہ چیز دیکھ لی۔ تو اس نے اس حد کو چھوا جس تک اسے نہیں پہنچنا چاہئے تھا۔ اگر نظر ڈالتے وقت گھر کے آدمی نے سامنے آکر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو میں اس کی حمایت کروں گا۔ لیکن اگر کوئی کھلے دروازے کے پاس سے گزرا۔ اچانک نظر پڑ گئی تو اس کی خطا نہیں پھر خطا گھر والوں کی ہے۔" (حدیث نبوی)

(4) اسرار التنزیل میں امیر محمد اکرم اعوان لکھتے ہیں

"اب معاشرے میں ایسے احکامات ہی کو روکنے کا ارشاد فرمایا جارہا ہے جن سے بے حیائی پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جب مسلمان دوسرے کے گھر جائے تو بغیر اجازت اندر نہ داخل ہو سوائے اپنے گھر کے۔ بلکہ مستحب ہے کہ اپنے گھر میں بھی کھانس کر آئے۔ دکانیں' مساجد' خانقاہیں اور سرائے وغیرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ عام استفادہ کے لئے ہوتے ہیں۔"

چوتھا حکم۔ تفصیل محرکات

ولاس جناح علیھن فی اباء ھن ولا ابناء ھن ولا اخوانھن ولا ابناء اخوانھن ولا نساء ھن ولا ماملکت ایمانھن واتقین اللہ ان اللہ علی کلی شئی شھید(33:22)

ازواج نبی کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے باپ' ان کے بیٹے' ان کے بھائی' ان کے بھائیوں کے بیٹے' ان کی بہنوں کے بیٹے' ان کے میل جول کی عورتیں اور ان کے خادم گھروں میں آئیں اور تمہیں اللہ کی نافرمانی سے بچنا چاہئے بے شک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

اس آیت مبارکہ میں محرمات کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ کون کون سے اشخاص محرم شمار ہوتے ہیں اور خاتون خانہ ان کے سامنے گھر میں اندر باہر آزادانہ آجاسکتی ہے۔

(1) صاحب اسرار التنزیل فرماتے ہیں۔

عورت کی زیب وزینت بھی مردوں کو متوجہ کرنے کا ایک سبب ہے اس لئے ہر ایک کے سامنے بناؤ سنگھار کی نمائش جائز نہیں جن جگہوں کو بحالت نماز کھلا رکھنے کا حکم ہے تو گھر کے اندر پردہ کا معیار یہی ہے ہاں گھر سے باہر ان کو بھی ڈھانپ لینا چاہئے گھر کے اندر جن محرمات کا ذکر ہے ان سے پردہ نہ ہوگا۔

(2) صاحب اسرار التنزیل مزید لکھتے ہیں کہ

مفسرین کرام نے یہاں یہ بات بھی نقل کی ہے کہ غیر مسلم عورت سے بھی مومن عورت پردہ کرے گی۔ لیکن کنیز اور غلاموں سے پردہ نہ کیا جائے گا۔ نہ ہی ایسے مردوں سے پردہ ہوگا جو حواسوں میں نہ رہیں اور نہ ہی نابالغ بچوں سے۔

(3) سورۃ النور آیت نمبر31 میں ان محرمات کی تفصیل زیادہ مفصل آئی ہے۔

اور بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے' شوہروں' شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے' اپنے میل جول کی عورتیں' اپنے مملوک' وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔

(4) صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں

اصل میں لفظ آباء استعمال ہوا ہے جس کے مفہوم میں باپ ہی نہیں دادا پردادا اور نانا پرنانا بھی شامل ہیں

اگر ہم سادہ لفظوں میں سمجھنا چاہیں تو گھر کے اندر عورت کا ستر وہی ہونا چاہئے جو بحالت نماز واجب ہے یعنی کلائیوں تک بازو' ٹخنوں تک شلوار' اور سر پر اوڑھنی اتنی بڑی کہ کمر تک کے بال اور سامنے سے پیٹ چھپ جائے۔

2- گھر سے باہر پردے کا حکم

پانچواں حکم۔ گھر سے باہر ہیئت حجاب

یایھا النبی قل لا زواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما

(الحزاب الف(33:39)

اے نبیؐ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ان کو ستایا نہ جائے اور اللہ درگزر کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

لغوی تشریح

"یدنین" اس کا مصدر ادناء ہے اس کا معنی ہے قریب کرلینا، لپیٹ لینا جب یہ لفظ حرف جار علیٰ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی محض لپیٹ لینا نہیں بلکہ اس میں ارخاء یعنی لٹکا لینے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے جسے ہم اپنی زبان میں گھونگھٹ نکال لینے یا پلو پھیلانے کے الفاظ میں استعمال کرتے ہیں۔

اگر یہاں اس کا مفہوم چادر اوپر ڈالنے تک محدود ہوتا تو "یدنین علیھن" کے بجائے یدنین الیھن یعنی (جار علیٰ کے بجائے الیٰ استعمال ہوتا۔) اسی فرق سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ چادر کو جسم کے اوپر اس طرح لپیٹ لینا ہے کہ اس کے ایک حصے سے پلو چہرے پہ لٹکا لیا جائے "ایک حصہ" لفظ من میں موجود ہے یعنی (من جلا بیبھن) جلباب یا جلا بیبھن۔

عربی زبان میں جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو اوپر سے اس مقصد کے لئے اوڑھی جاتی ہے کہ وہ لباس اور پورے جسم کو ڈھانپ لے۔

تفسیر آیت "ہیت حجاب"

(1) طبری میں محمد ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبیداللہ سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ سے آیت مذکورہ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے اپنی چادر اٹھائی اور پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانپ کر دائیں طرف والی آنکھ کو کھلا رکھا۔

(2) ابن جریر اور ابوحیان نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ "عورت جلباب کو ماتھے کے اوپر سے موڑتے ہوئے باندھ دے۔ پھر اسے ناک کے اوپر سے لے جاتے ہوئے یوں بل دے کہ اس کی دونوں آنکھیں کھلی بھی رہیں تو سینے اور جسم کے ساتھ چہرے کا بڑا حصہ چھپا ہوا رہے۔"

(3) علامہ ابو سعود کہتے ہیں۔

جلباب سے مراد چادر ہے جسے عورت اپنے سر پہ بل دے کر اس طرح اوڑھتی ہے کہ اس کا باقی حصہ لٹک کر اس کے سینہ کو ڈھانپ لے یعنی خواتین اپنے چہروں اور جسموں کو جلباب سے ڈھانپ لیں جب کہ وہ ضرورت کے تحت گھروں سے باہر جا رہی ہوں۔

(4) امام سعدی رحمتہ اللہ علیہ جلباب اوڑھنے کا یہ طریقہ بیان کرتے ہیں

"عورت چادر کو اس طرح اوڑھے کہ اس کی پوری پیشانی ایک آنکھ اور تمام تر چہرہ چھپ جائے۔"

(5) علامہ ابن سعد، محمد بن کعب القرظی، امام واحد اور علامہ ابن الجوزی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی اس طرح کا طریقہ منقول ہے کہ چہرہ اور ایک آنکھ کو ڈھانپا جائے۔

(6) ابوبکر حصاص رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپا کر رکھیں۔ انہیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت کی حفاظت کریں تاکہ مشکوک لوگ ان سے غلط امید وطمع نہ کریں

(7) اسرار التنزیل میں امیر محمد اکرم اعوان فرماتے ہیں

یعنی جب وہ باہر نکلا کریں تو چادر لے کر اس کا ایک حصہ سر سے چہرے پر سرکا لیا کریں۔ یہاں شرعی پردہ کی وضاحت فرمادی کہ مقصد نمائش نہیں وجود کو ڈھکنا اور لوگوں کی نگاہوں سے بچانا ہے۔ لہٰذا عورتیں چادریں لے کر نکلیں اور سر سے تھوڑا سامنے پر کھینچ لیا کریں۔

قرن اول میں پردہ کی ہیت وشکل

(1) چہرہ کے پردہ کے بارے میں تاریخ اسلام کے ہر دور میں مسلمانوں کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ تقریباً" تمام مفسرین چہرہ کو چھپانے کا حکم نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔

(2) چاروں مکاتب فقہ کے مفسرین اسی نقطہ نگاہ کی حمایت میں رہے ہیں یہ فقط ایک نظری مسئلہ نہیں رہا بلکہ عملی تواتر سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات

اور تمام صحابیات نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے چہرہ ڈھانپنا شروع کیا اور یہ طریقہ پورے مسلم معاشرے میں رائج ہو گیا۔

(3) امام عبدالرزاق، حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

قرآن کی آیت "یدنین علیهن من جلابیبهن" کے نازل ہونے کے بعد انصاری عورتیں اپنے گھروں سے اس وقار اور آہستگی سے نکلتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور گھروں سے نکلتے وقت وہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھ لیتیں۔

عہد نبوی میں صورت حجاب

مثالیں

(1) واقعہ افک کے حوالے سے حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو میں بیٹھ گئی اور نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں سو گئی اور جب صفوانؓ بن معطل وہاں سے گزرے تو وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ احکام حجاب سے قبل انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ دیکھتے ہی انہوں نے اناللہ وان الیہ راجعون پڑھا تو اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ پردے سے ڈھانپ لیا۔

(2) حضرت عائشہؓ کے پاس ایک نابینا آئے تو انہوں نے پردہ کیا کہا گیا وہ تو نابینا ہیں۔ آپؓ نے فرمایا "میں تو دیکھ سکتی ہوں"

(3) احکام احرام میں ہے

"احرام باندھنے والی عورت نقاب اور دستانے نہ پہنے۔"

یہاں نقاب سے روکنا اس بات کی دلیل ہے کہ بحالت دیگر نقاب ضروری ہے۔ حج کے دوران اگرچہ نقاب ضروری نہیں تاہم حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

(4) کہ حج کے سفر میں ہم حالت احرام میں مکہ جا رہی تھیں جب مسافر ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم عورتیں اپنی چادریں کھینچ کر اپنے چہروں پہ ڈال لیتیں اور جب وہ گزر جاتے منہ کھول دیتیں۔

متقی عورتیں جب حالت احرام میں اس قدر احتیاط کرتی تھیں تو عام حالت میں کیا عالم ہوگا۔

چھٹا حکم۔ اعمال صالح کی تلقین اور محافظت للغیب

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصدقین والصدقت والصبرین والصبرٰی والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصامین والصائمات والحافظین فروجهم والحافظت والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لهم مغفرة واجرا عظیما (24:35)

تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع والے مرد اور خشوع وخضوع رکھنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور حفاظت کرنے والے مرد اپنی شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو بہت سا اور یاد کرنے والی عورتیں۔ اللہ کے ہاں ان کے لئے ہے معافی اور اجر عظیم۔

(1) تفسیر از اسرار التنزیل

قبول اسلام اور اتباع شریعت بھی ایک کھیتی ہے جیسے زمین تیار کرنا بیج ڈالنا، حفاظت کرنا اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ کی رحمت سے پھل حاصل کرنا ہوتا ہے۔

بے شک اسلام قبول کرنے والے مرد ہوں یا خواتین انہیں قبول اسلام سے یقین کی دولت نصیب ہوتی ہے اور دولت ایمان ویقین سے مردوں اور عورتوں کو عبادت واطاعت کی توفیق ارزاں ہوتی ہے عبادت الٰہی بندے کو سچا اور کھرا بناتی ہے اور سچے اور کھرے مرد وخواتین کو نیکی پر استقامت اور گناہوں سے بچاؤ اور تکالیف ومشکلات جو اس راہ میں پیش آئیں ان پر صبر کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور یوں انہیں خشیت الٰہی یعنی خلوص قلب سے اللہ کی عظمت سے لرزاں وترساں بھی رہنا اور اس کی عبادت پہ کاربند اطاعت رہنا اور روزہ رکھنے والے مرد اور خواتین۔ یعنی ان لوگوں کو اللہ کی طرف سے فرشتوں جیسے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا

ہو جاتی ہے اور یوں انسانیت کے بہت بڑے فتنے اور شہوات نفس کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا ہوتی ہے۔

لہٰذا ارشاد ہوا اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور خواتین اور یوں ساری کھیتی کا پھل اور حاصل سمیٹنے والے مرد وخواتین کہ کثرت سے ذکر اللہ کرنے والے خواتین وحضرات ایسے خوش نصیب ہیں کہ ان کے لئے اللہ کی بخشش اور اجر عظیم ہے۔

ذکر تمام عبادات کا حاصل بھی ہے اور حاصل یا پھل ہی بیج بھی ہوتا ہے اس لئے قرآن نے کثرت ذکر کا حکم دیا ہے۔ زبانی عمل کے ساتھ ساتھ قلبی ذکر کا بھی حکم دیا اور اگر کسی کو ذکر قلبی نصیب ہو جائے تو علی الترتیب یہ تمام کمالات نصیب ہوتے چلے جاتے ہیں اور یوں وہ مغفرت الٰہی کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(2) محافظت للغیب

فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ (4:34)

نیک عمل کرنے والی، بندگی کرنے والی اور غیب میں حفاظت کرنے والی۔

یہاں ایک مسلمان خاتون کی صحیح تصویر پیش کی جارہی ہے کہ اسے کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیے۔

حفظت میں ہر طرح کی امانت کی حفاظت شامل ہے کہ وہ گھر کے اندر ہو یا باہر، شوہر کا مال، نسب، حمل اور راز وغیرہ سب کی امانت دار تصور ہوگی۔ اور اسلام اس سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ خاوند کی عزت وناموس کی حفاظت کرے۔

(3) نگاہیں نیچی رکھنا

قل للمومنت یغضض من ابصارھن ویحفظن فروجھن (24:31)

اے نبی! اپنی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

(4) "تفسیر از اسرار التنزیل"

جدید سائنٹیفک اپروچ

جدید سائنس آج اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ہر انسان سے کچھ شعاعیں خارج ہوتی ہیں جن میں جنسی شعاعیں بھی شامل ہوتی ہیں اور یہ نگاہ سے فضا میں منتشر ہوتی ہیں۔ ہر انسان کی شعاعوں کی ایک فریکونسی ہوتی ہے۔ اگر کسی مرد کی عورت سے اور عورت کی مرد سے فریکونسی ملتی ہو تو جیسے نگاہیں چار ہوں گی ایک دوسرے کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ جس قدر فریکونسی میں زیادہ مطابقت ہوگی اتنی شدت سے خواہش کریں گے لیکن اگر نگاہیں نہ ملیں تو یہ حادثہ نہ ہو۔ سبحان اللہ! سائنس آج اس حکم کی حکمت جان سکی۔

اسلام نے صرف مومن عورتوں کو ہی نہیں مومن مردوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

یعنی اول تو عورت کا مقام اس کا گھر ہے اگر بوقت ضرورت باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی آواز کو پست رکھے۔ راستے کے کنارے پہ حجاب کے اندر رہتے ہوئے چلے اور اپنی نگاہیں راہ پر جمائے ہوئے چلے۔ خواہ مخواہ لوگوں کی طرف نہ دیکھے۔ دکانوں کے اندر جھانکتے ہوئے منہ اٹھا کر نہ چلے جیسا کہ آج کل عام وطیرہ ہے۔

(5) حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ حضورؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ حضرت محمد ﷺ نے ازواج سے فرمایا۔ ان سے پردہ کرو۔ بیویوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے وضاحت فرمائی یہ واقعہ حجابی آیات نازل ہونے کے بعد کا ہے۔

نوٹ: اس حدیث کو حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث کے ساتھ (جو کہ پہلے گزر چکی ہے) خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ الگ حدیث ہے اور وہ اس سے الگ ہے۔

مکان برائے فروخت

اویسیہ سوسائٹی لاہور میں دس مرلے کا مکان برائے فروخت ہے۔ رابطہ کیلئے

حافظ مقبول احمد۔ مکان نمبر 41 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون نمبر 5181441

ایمان و یقین کیلئے بصیرت قلبی

(خطاب امیر محمد اکرم اعوان بمقام دارالعرفان ضلع چکوال 7-8-97)

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط
كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ
اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ فَلَمَّا رَاَوْا
بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ
مُشْرِكِيْنَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا
بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِىْ قَدْ خَلَتْ فِىْ عِبَادِهٖ
وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ○

سورۃ مومن ہے اور ایمان و یقین کی بات ہو رہی ہے۔ آدمی ذاتی طور پر جس تجربے سے آشنا ہوتا ہے' جس حال سے گزرتا ہے اس پر یقین کرنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوتی اور وہ ہر حال میں اس پر یقین کر لیتا ہے۔ لیکن ہر دفعہ وہ یقین مفید نہیں ہوتا بعض اوقات ایسی ہستیوں کی بات پر یقین کرنا پڑتا ہے جن کی رائے کو ہم اپنے تجربے سے زیادہ صحیح سمجھتے ہیں۔ کوئی طبیب ہمیں کہتا ہے کہ آپ یہ چیز کھائیں گے تو یہ آپ کو نقصان دیگی حالانکہ وہ چیز غذا کا حصہ ہوتی ہے۔ آج کل تو آپ دیکھ لیں کہ سب سے پہلے ڈاکٹر گھی کھانے سے منع کرتے ہیں۔ آج تک ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے آباؤ اجداد کاشتکار اور مزدور لوگوں کے لئے دودھ اور گھی صرف غذا ہی نہیں بلکہ دوا بھی رہی ہے۔ کسی کو زکام ہوتا' بخار ہوتا' کسی کی طبیعت خراب ہوتی تو سردیوں کا تو علاج ہی یہی تھا کہ دودھ گرم کرو اس میں گھی شکر ملاؤ اور پی کر کمبل لپیٹ کر سو جاؤ' پسینہ آئے گا اور صبح ٹھیک ہو گئے اور ٹھیک ہوتے تھے۔ یعنی صرف غذا نہیں تھی دوا تھی' مجرب تھی' اب ڈاکٹر کہتا ہے آپ گھی کھائیں گے تو آپ کا دل فیل ہو جائے گا' آپ مر جائیں گے' آپ کا کولسٹرول بڑھ جائے گا۔ ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ نہیں کھاتے۔ کیوں نہیں کھاتے؟ ہم تجربہ کیوں نہیں کرنا چاہتے؟ آخر حلال چیز ہے جائز ہے' گھر میں بھینسیں پال رکھیں ہیں تو مر کے دیکھ لیں۔ تجربہ تو کریں' کوئی نہیں کرتا' چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم اس تجربے سے گزرنا نہیں چاہتے ہم مرنا نہیں چاہتے ہم کہتے ہیں کیا ہوا؟ اگر کھانے سے موت نہیں بھی آتی تو گھی چھوڑ دینے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بھئی نہیں کھائیں گے تیل کھالیں گے لیکن ہم اس تجربے میں نہیں پڑنا چاہتے۔ لیکن جب بات ان حقائق کی آتی ہے جن تک انسانی علوم کی' انسانی عقل کی' براہ راست رسائی نہیں ہے اور صرف انبیاء و رسل ان کے بارے میں خبر دیتے ہیں وہاں بھی یہی قانون اپلائی ہونا چاہیئے کہ ہم ان کی بات پر ان کے ارشاد پر ان کے فرما دینے پر یقین کر لیں اور تجربہ نہ کریں وہاں ہم یہ اصول اپلائی نہیں کرتے۔ جس کام سے رسول اللہ ﷺ منع فرماتے ہیں کہ یہ تمہارے لئے مضر ہے کہتے ہیں! خیر ہے' گناہ ہے' پر خیر ہے کرتے ہیں۔ کیوں کرتے ہیں؟۔ اس لئے کہ ان کے ارشاد کو ہم اتنی اہمیت بھی دینے کو تیار نہیں جتنی ہم نے ایک حکیم یا ایک ڈاکٹر کی رائے کو دیتے ہیں اور یہی وہ جرم ہے جو ناقابل معافی ہے۔ اعمال میں جو خطائیں ہوتی ہیں ان پر اپنی گرفت نہیں ہے حقوق اللہ میں اللہ کریم ہے وہ فرماتا ہے میں اپنے حقوق معاف کر دوں گا۔ حقوق العباد میں فرماتا ہے! ان سے معافی مانگو جن کے حقوق ضائع کئے۔ کرم کی بات الگ ہے کہ جب اس کے کرم کی بات آتی ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' کسی کو اللہ بخشنا چاہے جس نے بہت سے لوگوں کے حقوق کی خلاف ورزی کر رکھی ہو یا ضائع کئے ہوں تو اللہ انہیں اتنا دیگا کہ وہ راضی ہو کر اسے معاف کر دیں گے اس کے پاس تو خزانوں کی کمی نہیں ہے وہ انہیں اتنا اجر' اتنی بخشش اتنے درجات عطا کر دے گا کہ وہ اسے معاف کر دیں گے۔ بخاری شریف میں موجود ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا حضور ﷺ فرماتے ہیں اس نے ننانوے آدمی ظلماً" قتل کئے۔ چوری میں' ڈاکے میں' لڑائی بھڑائی

میں۔ ننانوے خون کرنے کے بعد اسے خیال آیا کہ توبہ کرنی چاہئے۔ عمر بھی ڈھل گئی' بڑھاپا بھی آگیا' ذہن میں پختگی آئی کردار پہ شرمندگی ہوئی' کسی عالم کے پاس گیا بات سن کے انہوں نے بڑا ڈانٹا کہ ننانوے آدمیوں کا خون کون معاف کرے گا تجھے۔ اس نے کہا پھر اگر جہنم ہی جانا ہے تو اپنی سنچری تو پوری کرلوں۔ اس نے اسے بھی قتل کر دیا بخاری شریف میں یہ سارا واقعہ موجود ہے پھر کسی اللہ کے بندے کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ میاں تمہیں کس نے کہا ہے کہ اللہ کی بخشش محدود ہو گئی ہے اور سو قتل معاف نہیں کر سکتی۔ سو چھوڑ کے ساری خدائی قتل کردو معاف کرنا چاہے تو اسے کون روکے گا۔ بات یہ ہے کہ تم خلوص سے اس کے دروازے پہ آؤ۔ انہوں نے اسے اللہ اللہ بتائی توبہ کروائی اور فرمایا ایسا کرو' اپنا ماحول بدل لو' تم جہاں رہتے ہو وہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔ اس لئے اس کے ردعمل کے طور پر تم میں قتل وغارت گری در آئی تو تم اچھے لوگ جہاں جس بستی میں رہتے ہیں اس طرف چلے جاؤ اور ان بدکاروں کی بستی چھوڑ دو تاکہ وہاں تمہیں نیکی نصیب ہو۔ وہ وہیں سے چل پڑا۔ راستے میں تھا کہ موت آگئی اب دوزخ کے فرشتے لینے آگئے کہ ہماری پکی آسامی ہے اور جنت والے آگئے کہ یہ تو توبہ کر چکا ہے۔ ان کا آپس میں جھگڑا چلا' وہ کہیں ہمارا شکار ہے یہ کہیں نہیں اسے تو ہم نے عزت واحترام سے لے کر جانا ہے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دونوں نے اپنا معاملہ بارگاہ الوہیت میں رکھا کہ اللہ تو فیصلہ فرما۔ فرمایا! زمین کی پیمائش کرلو۔ اگر تو اس نیکوں کی بستی کے قریب ہے تو اسے جنت میں لے جاؤ اور اگر ابھی بدکاروں کے قریب ہے اور تھوڑا فاصلہ طے کیا تو پھر جہنم جانے دو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں فرشتوں کو پیمائش پر لگا کے اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ نیکوں کی طرف سے سمٹ جا۔ چلا تو ہے میرے راستے پر۔ وہ تو ایسا کریم ہے اس کی شرح میں شارحین حدیث جب بحث فرماتے ہیں کہ سو آدمی کی جان اس نے لے لی تو ان کے حقوق کون واپس کرے گا وہ فرماتے ہیں اللہ کریم جب بخشنا چاہتا ہے ان سو پر اتنے انعام کریگا کہ وہ دہائی دیں گے کہ اسے بخش خدایا ہمیں یہ نعمتیں دے تو گناہ یا جرائم اس کی بخشش کو عاجز نہیں کر سکتے لیکن ایمان ویقین متزلزل ہو جائے تو رحمت کا استحقاق ختم ہو جاتا ہے' بخشش کا استحقاق ختم ہو جاتا ہے' حق نہیں رہتا بخشش کا۔ یہ گناہ نہیں بلکہ یہ کچھ اور چیز ہے۔ گناہ تو وہ ہے کہ ہم نے کسی حکم کی خلاف ورزی کی' بتقاضائے بشریت اپنے نفس کے جال میں آکر شیطان کے فریب میں آکر ہم سے غلطی ہوگئی' وہ ایک اور بات ہے' نہیں ہونی چاہئے' ہوگئی تو کم از کم اس پر شرمندگی ہو' آئندہ کیلئے اصلاح ہو' یہ بھی نہ ہو تو چلو گناہ ہو گیا بخشش کا استحقاق تو باقی ہے۔ لیکن اگر وہ یقین جو رسول اللہ ﷺ پر ہونا چاہئے' وہ مجروح ہو گیا تو وہ جوڑا نہیں جا سکے گا پھر ایک وقت آئے گا جب ہر کسی کو اعتبار آجائے گا عندالموت۔ میرا اپنا جو تجربہ ہے اگرچہ اس وقت میری عمر اتنی نہیں تھی اور میں باشعور نہیں تھا۔ تیرہ برس کی عمر تھی جب ملک تقسیم ہوا۔ اس عمر میں بھی مجھے یاد ہے کہ ہمارے گاؤں میں جو ہندو سکھ مرتے تھے تو کئی کئی دن تڑپتے رہتے تھے پھر بیمار کو چارپائی سے اٹھا کر چوکے پہ ڈال دیتے تھے۔ (چوکا اسے کہتے ہیں جہاں وہ ہانڈی روٹی کرتے تھے اور گوبر سے لیپا کرتے تھے) اور اسے باقاعدہ کلمہ پڑھایا کرتے تھے تب جا کر اس کی روح قبض ہوتی تھی ورنہ وہ تڑپتا رہتا تھا وہ نہ زندوں میں ہوتا تھا نہ مردوں میں۔ شائد فرشتے ہاتھ لگانا مناسب نہیں سمجھتے تھے یا کیا بات ہوتی تھی۔ اب یہ جو بزرگ بیٹھے ہیں اس زمانے کے' انہوں نے زیادہ دیکھا ہو گا ہمیں بھی اتنا یاد ہے کہ پھر ان کے پنڈت ہی انہیں تلقین کرتے تھے کہ یہ کلمہ پڑھو کہ اس کی جان چھوٹے اور اس کی جان نکلے۔ اس وقت انہیں پڑھنے میں عار بھی نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے کہ انہیں ملائکہ نظر آرہے ہوتے تھے۔ وہ مار رہے ہوتے تھے سزا مل رہی ہوتی تھی۔ باتیں کر رہے ہوتے تھے ان سے۔ قرآن حکیم میں وہ سارا واقعہ موجود ہے۔ ان کے مونہوں پر مارتے ہیں ان کی پیٹھ پر مارتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں "فیما کنتم" کیا کرتے رہے ہو اتنا عرصہ

زمین پر ساٹھ سال' ستر سال' اسی سال بسر کیے وہ کہیں گے کہ ہم تو کمزور لوگ تھے بھائی جدھر کسی نے لگا دیا لگ گئے اور ماحول ہی ایسا تھا ہمارے بڑوں نے ہمارے پنڈتوں نے ہمارے باپ دادا نے ہمیں وہ کہتے الم تکن الارض اللہ واسعتم کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی فتھاجدوافیھما چھوڑ دیتے اس گھر بار کو۔ کہیں ایمان کی تلاش میں نکل جاتے۔ وہاں جاکے رہتے جہاں ایمان ملتا۔ یہ گھر بار یہ مال دولت' یہ رشتہ دار آج بھی تو چھوڑ رہے ہو' پہلے چھوڑ دیئے ہوتے ایمان کی تلاش میں' حق کی تلاش میں۔ تم ان کے ساتھ کیوں ڈوبے یہ ساری باتیں تو اس وقت ہو رہی ہوتی ہیں جب ابھی بندہ دنیا میں ہوتا ہے تو جب اسے فرشتے بھی نظر آتے ہیں' ان کی بات بھی سنائی دیتی ہے' عذاب بھی محسوس ہوتا ہے تو پھر تو اسے ماننے میں کوئی انکار نہیں ہوتا لیکن جب وہ مانتا ہے تب اللہ نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے تو اپنے تجربے سے مان رہا۔ میرے نبی ﷺ کی خبر سے نہیں مان رہا۔ مقصود ایمان بالغیب تھا۔ مقصد تھا کہ میری بات کو میرے نبی ﷺ سے سن کر تو یقین کرتا۔ تو نے میری بات پر بھی یقین نہ کیا' میرے نبی ﷺ کی بات پر بھی نہ کیا اب کونسا تیر مارا تو نے اب تو کیسے نہیں مانے گا۔ تو قرآن مجید بتاتا ہے ناں کہ جب فرعون کو بھی دو غوطے آئے تو اس نے کہا اٰمَنتُ بِرَبِّ مُوسٰی وھارُون میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب کو مانتا ہوں اب ماننے سے کیا ہوگا وہی بات یہاں ارشاد ہو رہی ہے۔ اَفَلَم یَسِیرُوا فِی الاَرضِ فَیَنظُرُوا کَیفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم لوگو! تم نے روئے زمین پر پھر کر اپنے سے پہلی قوموں کو دیکھا نہیں؟ ان کے حالات نہیں دیکھے' ان کے آثار نہیں دیکھے۔ کَانُوا اَکثَرَ مِنھُم وہ انفرادی قوت کے اعتبار سے بھی تم سے زیادہ تھے ایک ایک قوم کے ہزاروں' لاکھوں جنگجو نوجوان تھے وَاَشَدَّ قُوَّۃً اور وہ طاقت باعتبار معیشت کے بھی ان سے طاقتور تھے آج جو آثار ہڑپہ موہن جوداڑو کے یا ٹیکسلا کے نکلتے ہیں اور جس طرح ان میں یونیورسٹیاں کالجز' ادارے' پختہ گلیاں پانی کے نکاس کی نالیاں اور عجیب بات ہے گرم اور ٹھنڈے پانی کے حوض ملتے ہیں آج کا سائنس دان یہ سمجھ نہیں پا رہا کہ وہ ان حوضوں میں پانی گرم کیسے کرتے تھے وہاں کوئی آگ جلانے کی جگہ نہیں ہے کوئی نیچے انگیٹھی نہیں ہے لیکن پانی گرم ہوتا تھا کس طرح کا انعکاس سورج کی روشنی کا ان پر کرتے تھے اس زمانے میں۔ آج آپ نے گیزر بنائے اور اس میں دو بالٹیاں پانی ہوتا ہے انہوں نے اس زمانے میں سورج کی تپش سے اس طرح کا نظام بنایا کہ پورا حوض' ایک تالاب جس سے پورے شہر کو گرم پانی میسر ہوتا تھا گرم اور ٹھنڈے پانی کے الگ الگ حوض تھے۔ تو فرمایا! ان کے آثار سے دیکھو وہ طاقت میں' معاشی اعتبار سے' عقل و خرد کے اعتبار سے' ایجادات کے اعتبار سے' جسمانی قوت وطاقت کے اعتبار سے اور افرادی قوت کے اعتبار سے تم سے بہت آگے تھے اب تو سونا زیور بنانے کو میسر نہیں ان کے سکے سونے کے ہوتے تھے۔ تمہاری تو حکومتیں ترستی ہیں اور پیسے کی قیمت روز بروز کم کرتی جا رہی ہیں اور وہ لین دین کے لئے سکے جو بناتے تھے وہ سونے کے ہوتے تھے اب خوشحالی کا یا طاقت کا اندازہ لگالو۔ فرمایا! فَمَآ اَغنٰی عَنھُم مَّا کَانُوا یَکسِبُونَ یہ جو کچھ دنیاوی کمال وہ حاصل کرتے رہے وہ انہیں عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔ اس سارے کروفر کے ساتھ' اس ساری طاقت کے ساتھ' اس ساری امارت کے ساتھ' اس ساری دانشمندی کے ساتھ وہ کفر میں مبتلا تھے اور کفران کی تباہی کا سبب بن گیا۔ ہوا یہ! فَلَمَّا جَآءَتھُم رُسُلُھُم بِالبَیِّنٰتِ ان کے پاس اللہ کے رسول تشریف لائے۔ آخرت کی خبر دی۔ اللہ کی اطاعت کا حکم دیا اور بڑی واضح اور کھول کر بات سمجھائی فَرِحُوا بِمَا عِندَھُم مِّنَ العِلمِ تو انہوں نے اپنی تحقیقات پر فخر کیا' اپنے علوم پر ناز کیا' اپنی ایجادات پر نازاں رہے' انہوں نے کہا! ہمیں آپ کی تعلیمات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ افلاطون نے کہا تھا کہ نبی ﷺ کی تعلیمات تو بہت خوبصورت ہیں لیکن بیوقوفوں کے لئے ہیں۔ ہم تو خود دانشور ہیں ہمیں نبی سے سیکھنے

کی کیا ضرورت ہے۔ جہاں بھر کی دانش ہمارے پاس موجود ہے' ہمیں نبی ﷺ کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی بات "فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ" ان کی اپنی معلومات ان کا اپنا علم اپنی ایجادات پر جو انہیں فخر تھا وہ اس پر اکڑ گئے۔ جی ہمیں نبی کی باتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی کے پاس تو اس طرح کا لباس بھی نہیں ہے جیسا ہمارے پاس۔ جیسے فرعون نے کہا تھا کہ میرے تو غلاموں نے بھی سونے کے کپڑے پہن رکھے ہیں اور موسیٰ تیرے پاس تو سلے ہوئے کپڑے بھی نہیں ہیں۔ تو نے تو ایک ان سلا کمبل اوڑھ رکھا ہے۔ تیرے پاس تو کچے چمڑے کے جوتے اور میرے غلاموں کی جوتیوں پر دیکھ سونے چاندی کے کیل لگے ہوئے ہیں۔ تیری بات میں کیوں سنوں؟ یہی بات انہوں نے بھی کی۔ فرمایا! وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ جن چیزوں کا مذاق اڑاتے تھے وہ مذاق اڑانا ان کے گلے پڑ گیا۔ اب جب اس مذاق کے بدلے عذاب آیا' زمین پھٹنے لگی' زلزلے آنے لگے' شہروں کے شہر غرق ہونے لگے' تو جب انہیں عذاب اور اس کے آثار سامنے دکھائی دیئے فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا اور جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ اور جو شرک کرتے تھے کفر کرتے تھے اس کا انکار کرتے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں۔ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ ان کا وہ ایمان انہیں کوئی نفع نہ دے سکا۔ اس لئے کہ وہ بات اللہ کے رسول کی خبر نہ رہی۔ وہ تو اپنا مشاہدہ ہو گیا۔ وہ جو آزمائش تھی وہ تو اتنی تھی صرف کہ دنیا پر جا کر اپنے مالک کو یاد رکھتا ہے اور اپنے مالک کے بھیجے ہوئے رسول کی بات پر یقین کرتا ہے یا نہیں۔ اب اپنے تجربے سے ماننے کا تو کوئی فائدہ نہیں فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تب مانا۔ وہ ماننا انہیں کوئی فائدہ نہ دے سکا۔ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ یہ قاعدہ ہے اللہ جل شانہ کا اپنے بندوں کے ساتھ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ انکار کرنے والے یا کفر کرنے والے یہاں مار کھا گئے خسارے میں چلے گئے۔ تو بات یہ ہے' سب سے بڑا کمال اس دنیا میں یہ ہے کہ اللہ کسی کو یقین کی وہ دولت فراہم کر دے کہ اسے ارشادات رسول اللہ ﷺ میں کوئی شبہ باقی نہ رہے اور جو بات حضور ﷺ نے فرمائی ہے اپنے تجربے سے زیادہ اہمیت دے۔ ہمارے تجربے میں دھوکہ لگ سکتا ہے ہماری تو روزمرہ کی بات ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں کوئی بڑا انبوہ کھڑا ہے' قریب جاتے ہیں کہتے ہیں نہیں یار انسان تو نہیں یہ تو کوئی بھیڑیں لگتی ہے۔ بکریاں لگتی ہیں اور قریب جاتے ہیں پتہ چلتا ہے وہ تو جھاڑیاں تھیں' بکریاں بھی نہیں تھیں' یہ تو روز کی بات ہے یعنی ہمارے تجربے مشاہدے کی حیثیت تو اتنی سی ہے۔ ہم سائنس کی ترقی پر مبہوت ہیں آج تک کوئی ایک کلیہ بتایئے جس پر سائنس ہمیشہ قائم رہی ہو وہ تو روزانہ بدلتے ہیں بعد میں آنے والا ثابت کر دیتا ہے کہ پہلے کو دھوکا لگا تھا اور یہ قانون اس طرح نہیں اس طرح ہے لیکن وہ بات جو ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرما دی اور قیامت تک کے لئے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا اس پر یقین کیوں نہیں آتا۔ ایک طبیب کی بات پر یقین آتا ہے کہ ہم اسے اپنے ذاتی تجربے سے طبیب مانتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر کی بات پر یقین آتا ہے کہ ہم اپنے تجربے سے اسے ڈاکٹر مانتے ہیں۔ لیکن جس کے کامل ہونے کی شہادت رب العالمین دیتا ہے اس کی بات پر یقین کیوں نہیں آتا؟ ان پر یقین کرنے کے لئے دماغ کافی ہے اور ان پر یقین کرنے کے لئے دل کی ضرورت ہے۔ یہ فرق ہے۔ طبیب پر' ڈاکٹر پر' ایک آدمی' ایک ان پڑھ' ایک جاہل' ایک چرواہا' ایک گڈریا یقین کر لیتا ہے اس لئے کہ یہ بات اس کی عقل کی ہے اس کی عقل نے تسلیم کر لیا کہ یہ طبیب ہے یہ ڈاکٹر ہے وہ مان لیتا ہے۔ نبی اور رسول کے فرمودات ماننے کیلئے دل کی ضرورت ہے۔ دل میں وہ صفائی آئے دل میں وہ نورانیت آئے' دل میں وہ صداقت آئے کہ وہ صداقت پیغمبر ﷺ کو' عظمت پیغمبر ﷺ کو پہچان سکے' جان سکے ماننے کے لئے جاننا شرط ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے

جب دعا فرمائی اہل طائف کے لئے جنہوں نے پتھر مارے اور اللہ نے عذاب کا فرشتہ بھیج دیا تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ انہیں معاف فرما دے عذر پیش کیا تھا فانھم لا یعلمون بارالہا یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں اگر پہچانتے تو پتھر نہ مارتے اگر پہچان کر پتھر مارتے تو آپ بیشک ان پر عذاب بھیج دیتے۔ انہوں نے پتھر محمد رسول اللہ کو نہیں مارے۔ انہوں نے اپنے ایک پڑوسی محمد ابن عبداللہ کو مارے۔ یہ اپنے ایک رشتہ دار سے لڑ رہے ہیں یا اپنے ایک پڑوسی بھائی سے لڑ رہے ہیں یا اپنے ایک قبائلی رشتہ دار سے یا دوسرے قبیلے کے فرد سے لڑ رہے ہیں' تیرے رسول ﷺ سے نہیں لڑ رہے کہ یہ مجھے پہچان ہی نہیں سکے کہ میں اللہ کا رسول ﷺ بھی ہوں۔ تو گویا ایمان بالرسالت کے لئے معرفت رسالت شرط ہے اور معرفت الٰہی اور معرفت رسالت کا آلہ جو ہے وہ دل ہے۔ دماغ مادی ہے اور جسم کی مادی ضروریات کے لئے ہے اور جتنے مادی کمالات ہیں ان کو کافر بھی سیکھ لیتا ہے مومن بھی سیکھ لیتا ہے ساری سائنس کافر بھی پڑھ سکتا ہے مومن بھی پڑھ سکتا ہے وہ فزیکل سائنس ہو یا کوئی دوسری ہو لیکن جب بات ایمانیات کی آتی ہے' معرفت الٰہی کی آتی ہے' معرفت پیامبر ﷺ کی آتی ہے تو پھر دل کو بینا ہونا پڑتا ہے' دل کو پہچانا پڑتا ہے' دل کو ماننا پڑتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے ذکر قلبی پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اس کے اوقات معین نہیں فرمائے' صورت معین نہیں فرمائی' تعداد معین نہیں فرمائی بلکہ فرمایا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ کھڑے ہو ذکر کرتے ہیں بیٹھے ہوں ذکر کرتے ہیں۔ لیٹے ہوں ذکر کرتے ہیں اور جہاں بھی فرمایا کثرت ذکر کا حکم دیا۔ یہ وہ علاج ہے جو دل کو وہ شفا بخشتا ہے' وہ جلا بخشتا ہے جس سے عظمت پیامبر ﷺ کو جاننے کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور عظمت رسالت ﷺ کو جاننے کے بعد ایمان ویقین میں وہ قوت آتی ہے کہ ارشادات پیامبر ﷺ کو من وعن قبول کرلے۔ اگر دل میں وہ صفائی نہ آئے تو حال یہی ہوتا ہے کہ آدمی زبانی خود کو مسلمان کہتا ہے لیکن اس کے کردار میں ہر وہ بات شامل ہوتی ہے جو کافر کی خصوصیات میں سے ہے۔ وہ شراب پی لیتا ہے' جوا کھیل لیتا ہے' برائی کرلیتا ہے' سود کھا لیتا ہے' جھوٹ بول لیتا ہے اور اس کے ساتھ خود کو مسلمان بھی کہتا ہے اس لئے کہ یہ ساری باتوں کا قائل اس کا دماغ ہے دل نہیں۔ نور ایمان کے لئے بصیرت قلبی چاہئے اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔ اس کا صرف یہی ایک علاج ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! ہر چیز کی پالش ہوتی ہے بکل شئی ءصقالہ ہر چیز کا زنگ اتارنے کے لئے اسے چمکانے کے لئے صاف کرنے کے لئے ایک پالش ہوتی ہے۔ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ ہو سکتا ہے کسی کو ہمارے طریقہ ذکر سے اختلاف ہو لیکن نفس ذکر سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ کسی اور طریقے سے کرنا چاہتا ہے تو کرے لیکن اللہ اللہ ضرور کرے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ سلاسل اولیاء اللہ جو ہیں یہ بزرگوں کے تعلیم کے طریقے ہیں ان کے اپنے تجربات ہیں کسی نے اس انداز سے مناسب سمجھا کسی نے اُس انداز سے مناسب سمجھا منزل سب کی ایک ہے کام سارے ایک ہی کرتے ہیں بتاتے سارے اللہ کا ذکر ہی ہیں ذکر کرنے کے طریقے میں کچھ اختلاف ہو سکتا ہے وہ اپنے اپنے مزاج کے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق ہے اور ہونا چاہئے ذکر کرنے کے بیشمار انداز لوگوں کو نصیب ہو جائیں۔ اللہ کریم توفیق دے کہ ہمیشہ سوتے جاگتے' اٹھتے بیٹھتے زندگی میں' موت میں مابعد الموت اس کا نام قلب پر ذہن میں' زبان پر جاری رہے۔

(جاری)